Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad
ISSN: 2581-9216

ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد کا

خصوصی شمارہ

سید یوسف روشؔ

۶/جنوری ۱۹۴۳ تا ۱۴/جولائی ۲۰۲۳

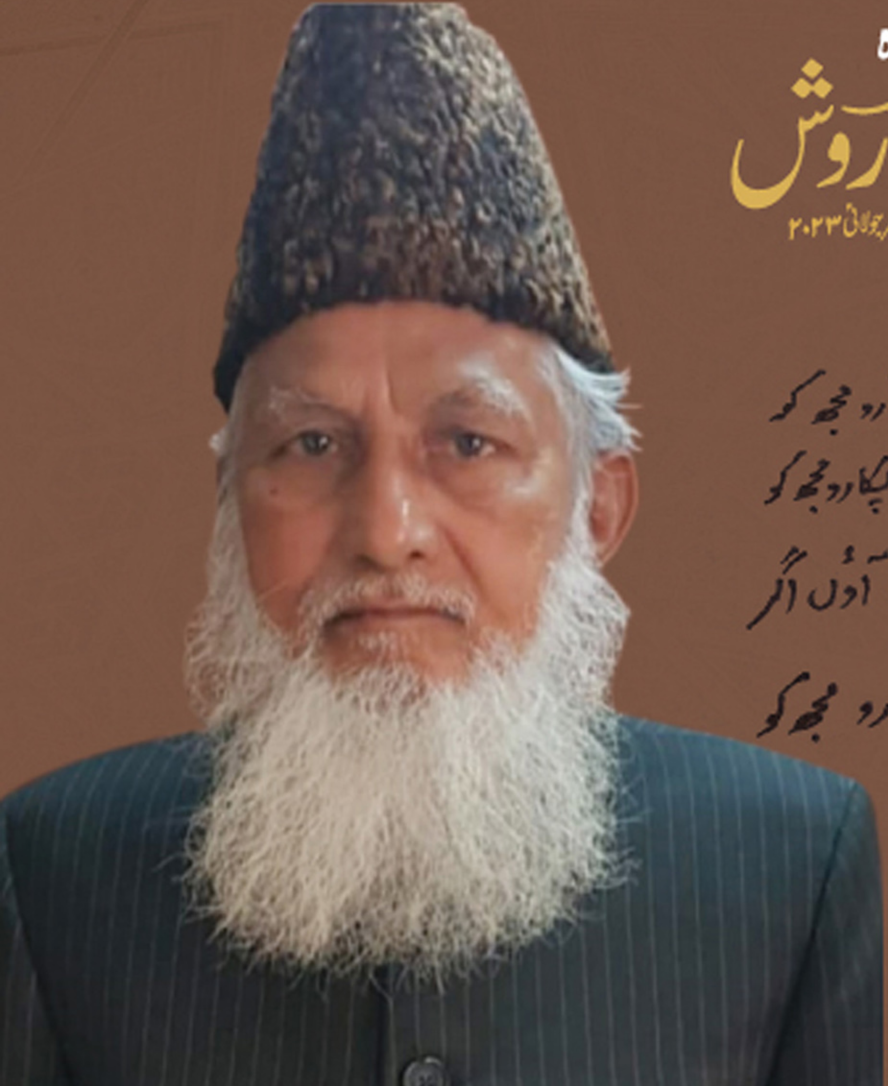

قطعہ

ٹھہرو کچھ دیر، لحد میں نہ اُتارو مجھ کو
دیر کرنا ہے کرو اب نہ پکارو مجھ کو
کرنا ایصالِ ثواب آپ، جو یاد آؤں اگر
بھول جانا نہیں ہرگز کبھی یارو مجھ کو

یوسف روشؔ

اگست August 2023

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی
www.shibliinternational.com
قیمت: -/20 روپے

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

اگست Aug 2023 جلد: Vol: 6 شمارہ: Issue: 66

ISSN: 2581-9216

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبد القدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابوہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	20/-
سالانہ:	220/-
رجسٹرڈ ڈاک:	350/-
بیرونی ممالک:	50/- امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری
پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام
پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشاد الحق مدنی
مولانا محمد مساعد ہلال احیائی
اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی
ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو
ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی
ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی
ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔
مولانا عبد الوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی
ابوہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرۃ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط وکتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اداریہ: پسِ مرگ زندہ	ڈاکٹر محمد مجاہد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	دینِ فطرت	مولوی حبیب الرحمٰن	۷
۴	اُمورِ حیات (بائیوڈاٹا)	محمد ثناء اللہ انصاری وصفی	۱۰
۵	روشِ عصر سے انکار مشکل ہے	ڈاکٹر م۔ ق۔ سلیم	۱۱
۶	تعزیتی نظم	ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری	۱۳
۷	سید یوسف روشؔ ملنسار، مخلص اور خوش دل شاعر	ابوحماد مولانا محمد زعیم الدین حسامی	۱۴
۸	قطعہ تاریخ وفات	سردار سلیم	۱۵
۹	رپورتاژ	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۱۶
۱۰	تعزیت نامہ	محمد ثناء اللہ انصاری وصفی	۱۸
۱۱	''یوسف روش پیکر العجائب اَسرار بالغرائب شخصیت''	ڈاکٹر راہی پی اے یم لیس	۱۹
۱۲	تعزیتی نظم بروفات حضرت یوسف روشؔ	نور آفاقی چشتی قادری	۲۱
۱۳	یوسف روش حیات اور کارنامے	ڈاکٹر محمد ناظم علی	۲۲
۱۴	حضرتِ سید یوسف روشؔ کے سانحہ ارتحال پر اظہارِ غم	حافظ وقاری ولی محمد زاہد ہریانوی	۲۵
۱۵	تعزیتی قطعہ واشعار	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۲۶
۱۶	تعزیت یوسف روش	قاری انیس احمد	۲۶
۱۷	شخص اور شخصیت یوسف روش	جہانگیر قیاس	۲۷
۱۸	جناب سید یوسف روش۔ شعر وادب کا روشن ستارہ	محمد نصر اللہ خان	۳۰
۱۹	قلندر صفت معروف شاعر سید یوسف روشؔ	حافظ وقاری ولی محمد زاہد ہریانوی	۳۲
۲۰	آپ جیسا کہاں سے لاؤں	سید سہیل عظیم	۳۳
۲۱	غزل	یوسف روشؔ	۳۴
۲۲	کلام تعزیت یوسف روش	علی بابا درپن	۳۵
۲۳	تعزیتی قطعہ	حلیم بابر	۳۵
۲۴	''اقبال اور دبستان شبلی'': خصوصی مطالعہ	مبصر: اسامہ ارشاد معروفی قاسمی	۳۷

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

جناب ابوسفیان اعظمی، مقیم حال ممبئی

جناب محمد یوسف بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم، حیدر آباد

مفتی محمد فاروق قاسمی، صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

ڈاکٹر سید جلیل حسین ایم ڈی (علیگ) ٹولی چوکی حیدر آباد

مولانا منصور احمد قاسمی، معین آباد، تلنگانہ

الحاج رئیس احمد اقبال، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدر آباد

الحاج محمد زکریا انجینئر (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر شہباز احمد، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار، حیدر آباد

مولانا محمد عبدالقادر سعود، نائس جوس سینٹر سکندر آباد، حیدر آباد

الحاج محمد قمر الدین، نبیل کالونی بارکس حیدر آباد

الحاج محمد عبدالکریم، صدر مسجد اشرف کریم کشن باغ، حیدر آباد

اداریہ

پسِ مرگ زندہ

حیدرآباد دکن ملک و بیرون ملک میں اپنی تاریخی، تہذیبی، ثقافتی، ادبی، صنعتی، مذہبی اور شعری خدمات میں منفرد مقام رکھتا ہے۔ یہاں کی زرخیز مٹی سے بہت سی علمی و ادبی ہستیاں ادبی اُفق پر جلوہ گر ہوئیں ہیں۔ ماضی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو دورِ قطب شاہی و آصف جاہی اُردو زبان و ادب کے ارتقائی حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، یوں کہنے میں کوئی ہچک نہیں کہ حیدرآباد دکن شعر و ادب کے حوالے سے روشن ماضی ہے جس کی کرنیں چارسو پھیل رہی ہیں اور منور کر رہی ہیں، اگر حال کا جائزہ لیں تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ حیدرآباد کے اخبارات، ادبی محافل، مشاعرہ اور کتابوں کی رسم اجرائی کی خبر سے خالی ہوں۔ راقم الحروف کو اُردو زبان و ادب سے قلبی لگاؤ بچپنے ہی سے رہا ہے، اس وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی ان خبروں کا ضرور مطالعہ ہو جاتا ہے۔ مشاعرہ کی محفل میں سید یوسف روشؔ کا نام بار بار پڑھنے کا موقع ملا، تقریباً ایک دہائی قبل اردو گھر مغل پورہ حیدرآباد میں مشاعرہ ہو رہا تھا، ناظم مشاعرہ نے سید یوسف روشؔ کو دعوت سخن دی، ماشاءاللہ نورانی چہرہ اس پر مسکراہٹ اور جب انہوں نے تحت میں شعر پڑھا تو اس سے ان کی فکر و فن کا اندازہ ہوا۔

حوصلہ غم کے اندھیروں میں غنیمت ہے بہت ☆ حوصلہ غم کے اندھیروں کو مٹا دیتا ہے

سید یوسف قلمی نام یوسف روشؔ بن سید داؤد صاحب مرحوم ۶ رجنوری ۱۹۴۳ء ریاست حیدرآباد کرنول شریف میں پیدا ہوئے، ان کی ۱۸ تصانیف اور ان کی حیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ میں خداداد صلاحیت تھی، آپ نے اپنی محنت اور اخلاق سے اس کو چار چاند لگا دیا تھا، آپ نے جامعہ عثمانیہ سے ایم ٹیک کی ڈگری حاصل کی تھی (برسہا برس تک ملازمت سے وابستہ رہے)

سید یوسف روشؔ کا خاندانی پس منظر علمی و ادبی تھا، آپ کے بڑے بھائی جناب رؤف خلشؔ اچھے شاعر تھے، اور یہی بڑے بھائی سید یوسف روشؔ کے استاذ اول ہیں، انھیں کی ایما اور مشورہ سے آپ نے شاعری کی وادی میں قدم رکھا اور مختلف اصناف سخن جیسے حمد، نعت، منقبت، غزل، قطعات وغیرہ میں طبع آزمائی کی، آپ کا گھرانہ مذہبی تھا اس وجہ سے آپ کی شاعری پر ادبی رنگ کے ساتھ مذہبی رنگ بھی صاف دکھائی دیتا ہے اور آپ کے تخیل کی تخم ریزی سے قاری واہ اور آہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، آپ نے کئی مذہبی اور ادبی مضامین لکھے ہیں جو اخبارات میں شائع بھی ہوئے ہیں اور مضامین کے مجموعے کی شکل میں موجود ہیں، ان کی ادبی، شعری، نثری خدمات کی وجہ سے کئی انجمنوں نے اعزاز و ایوارڈ سے نوازا اور تلنگانہ اُردو اکیڈمی نے انھیں کارنامہ حیات ایوارڈ سے سرفراز کیا۔ راقم الحروف سے سید یوسف روشؔ کی کئی مرتبہ ملاقات ہوئی ہر مرتبہ ماہنامہ صدائے شبلی کے بارے میں ضرور پوچھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں قیمتاً اسے خریدتا ہوں ان کے کئی کلام ماہنامہ صدائے شبلی کی زینت بنے، خداوند قدوس ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے، پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل دے، آمین۔

معزز قارئین! ہمارا یہ اگست کا شمارہ سید یوسف روشؔ خصوصی نمبر ہے، ادارہ شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد تمام مضمون نگار اور تخلیق کار بالخصوص ڈاکٹر نادر المسدوسی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے، نیز سید یوسف روش کی شعری و ادبی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتا ہے، کیوں کہ ان کی شعری و ادبی خدمات ایسی ہیں جو انھیں پس مرگ زندہ ہونے کی یاد دلاتی ہی رہیں گی۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

نصاریٰ کا وفد جب نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی مہمان داری کی، مسجدِ نبوی ﷺ میں ان کو جگہ دی، بلکہ ان کو اپنے طریق پر مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے، نکاح ومعاشرت کی اجازت دی اور ان کے لیے مخصوص امتیازی احکام شریعت اسلامیہ میں جاری فرمائے۔

غریبوں کے ساتھ محبت وشفقت: مسلمانوں میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، دولت مند بھی اور فاقہ کش بھی، لیکن آنحضرت ﷺ کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں تھا، بلکہ غریبوں کے ساتھ آپ ﷺ اس طرح پیش آتے تھے کہ دنیاوی دولت کی محرومی ان کے دلوں کو صدمہ نہیں پہنچاتی تھی، ایک دفعہ تقاضائے بشریت سے آپ ﷺ کا ایک فعل اس کے خلاف ہوا تو بارگاہِ احدیت سے اس پر باز پرس ہوئی، مکہ کا واقعہ ہے، آنحضرت ﷺ کے پاس چند اکابر قریش بیٹھے تھے اور آپ ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اتفاق سے عبداللہ بن ام مکتومؓ جو آنکھوں سے معذور غریب تھے، ادھر آنکلے اور وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ ﷺ سے باتیں کرنے لگے، رؤسائے قریش چوں کہ سخت متکبر اور فخار تھے، ان کو یہ برابری ناگوار گذری، آپ ﷺ نے ابن ام مکتومؓ کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور اس امید پر ان ہی سے باتیں کرتے رہے کہ شاید اشقیا اسلام کی سعادت قبول کرلیں اور ان کے دل حق کی لذت سے آشنا ہوں لیکن خدا کو یہ امتیاز پسند نہ آیا اور یہ آیت اتری:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی. أَن جَاءَهُ الْأَعْمَى. وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى. أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرٰى. أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى. فَأَنتَ لَهُ تَصَدّٰى. وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰى وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعٰى. وَهُوَ يَخْشٰى. فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهّٰى. كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ. فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ. (عبس ۸۰:۱-۱۲)

پیغمبر نے ترش روئی کی اور منھ پھیرلیا کہ اس کے پاس اندھا آیا (اے پیغمبر) تجھے کیا خبر کہ تیری باتوں سے وہ پاک ہوجاتا، یا نصیحت حاصل کرتا، تو نصیحت اس کو نفع پہنچاتی لیکن جو بے پروائی برتتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تیرا کیا نقصان ہے اگر وہ پاک وصاف نہ بنے اور تیرے پاس دوڑا آتا ہے اور وہ خدا سے ڈرتا بھی ہے تو تو اس سے بے اعتنائی کرتا ہے، نہیں ہرگز نہیں یہ نصیحت عام ہے جو چاہے اس کو قبول کرے۔

یہی غربا اور مفلس اسلام کے سب سے پہلے جاں نثار بنے تھے، آنحضرت ﷺ ان کو لے کر حرم میں نماز پڑھنے جاتے تھے تو رؤسائے قریش ان کی ظاہری بدحیثیتی کو دیکھ کر استہزاءً کہتے تھے: أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا. (انعام ۶:۵۳) یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے۔

لیکن آپ ﷺ ان کے استہزا کو خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ (سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم ص: ۲۹۴-۲۹۵)

مولوی حبیب الرحمن۔ حیدرآباد

دینِ فطرت

''فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ'' یہی فطرت ہے اور اسی فطرت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تغیّر و تبدیلی نہیں ہوتی، یہی دینِ قیّم (دینِ اسلام) ہے۔ (سورہ الروم:30)

مطلب یہ ہے کہ انسان کی جو فطرت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل نہیں سکتی۔ انسانوں کی جو فطرت ہے وہی دینِ قیم ہے۔ دینِ قیم کا مطلب یہ ہے کہ یہ بالکل سیدھا سادہ دین ہے۔ اس میں نہ کوئی اسرار ہیں اور نہ دقیق و مشکل باتیں اس لئے اوّلاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ فطرت کیا ہے تاکہ دین آسانی سے سمجھ میں آجائے اور اس کو قبول کرنے میں کوئی گرانی محسوس نہ ہو۔

فطرت کا تعیّن اور فطری خواہشات

انسان کی وہ حالت جو سب انسانوں میں یکساں پائی جاتی ہے خواہ وہ کسی ملک وقوم اور نسل سے ہوں مثلاً پیدا ہونا، مرنا، بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپے کے دور، اعضاء و جوارح سے وہی کام لینا جس کام کے لئے وہ بنائے گئے ہیں۔ ہاتھ سے پکڑنا، پاؤں سے چلنا، آنکھ سے دیکھنا، کان سے سننا وغیرہ، شادی وغم کے احساسات، انس ومحبت، غضب و عداوت، خوف وشکر وغیرہ کے جذبات، اطاعت وسرافگندگی، تقلید واتباع' سعی وعمل کا فطری ملکہ، یہی سب انسانوں کی فطرت ہے۔ زندگی قائم رکھنے کے لئے اکل وشرب، لباس، راحت، امن وعافیت وزینت کی خواہش، جنسِ قوی وصنفِ نازک کا ایک دوسرے کی جانب رجحان، سعی وعمل کی جزاء اور حکومت وابنائے جنس کے مقابلہ میں تفوق و برتری کی خواہش۔ بے خوف وحزن زندگی گزارنے کی تمنّا زرومال اور اولاد کی طلب وغیرہ، یہ وہ فطری خواہشات ہیں جو تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ غور کیا جائے تو ان کے علاوہ انسان کی کچھ اور خواہشات بھی ہیں۔ مثلاً ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے اور جوان رہنے اور ہمیشہ شادان ومسرور رہنے کی تمنّا اور عیش وعشرت کی طلب۔ بلا روک ٹوک اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خواہش، خیر وخوبی، حسن وجمالِ وکمال کی تمنا جس کو زوال نہ ہو، بقا ہی بقا ہو۔ جاننے اور سمجھنے کی طلب اور اپنے مالک وحاکم، رب ومولیٰ سے ملنے اور اس کو دیکھنے کا شوق، عارضی و ابدی درد و اذیّت سے محفوظ رہنے کی خواہش۔ یہ خواہشات بھی تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں اور بالکلیہ فطری ہیں۔ فطرت وفطری خواہشات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ان کے تغیر وتبدّل پر، ان کے پیدا کرنے اور فنا کرنے پر انسان کو دسترس نہیں ہے۔ سرزمینِ بود وماند کے اختلاف سے زبان بدل جائے، قومی امتیاز پیدا ہوجائے۔ رسم ورواج اور تمدن ومعاشرت

نہیں آتا۔ زمانہ کے انقلابات سے تمدن و معاشرت اور علوم و فنون کے زوال و کمال اور ان کے ارتقاء کی مختلف صورتیں پیدا ہوئیں مگر یہ تمام تغیرات نہ فطرتِ انسانی کو بدل سکے اور نہ فطری خواہشات و جذبات کو، یہی نہیں بلکہ ابتدائے کائنات سے اب تک انسانی فطری جذبات و احساسات اور قوائے دماغی و جسمانی کو حرکت میں لانے والے محرکات بھی ایک ہی ہیں مثلاً ہزاروں برس پہلے کا انسان اولاد ہونے سے خوش ہوتا تھا اور اولاد مرجانے سے غمگین، تو آج کا ترقی یافتہ انسان بھی اولاد کے پیدا ہونے سے خوش اور مرنے سے غمگین ہوتا ہے۔ ہزاروں برس پہلے کا انسان اپنے چاہنے والے سے محبت کرتا تھا اور اپنے دشمن سے نفرت و عداوت تو آج کا ترقی یافتہ انسان بھی اپنے چاہنے والے سے محبت اور دشمن سے نفرت و عداوت کرتا ہے۔ ہزاروں برس پہلے کا انسان نفع حاصل کرنے اور ضرر سے بچنے کے لئے اپنے اعضاء و جوارح کو حرکت دیتا اور فکر و عمل کو کام میں لاتا تھا، اس زمانے کے انسان کی بھی یہی حالت ہے۔ ہزاروں برس پہلے کے انسان کو حسن و جمال و کمال اگر اپنی طرف کھینچتے تھے تو اس زمانہ کے انسان کو بھی یہ چیزیں اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ نیز یہ کہ انسانی جسم و صورت اور اس کی نشو نما اور ساخت و پرواخت کا ایک ہی نظام ابتدائے کائنات سے جاری و ساری ہے اس کے خلاف نہ کوئی انسان حرکت کرسکتا ہے اور نہ اس کی اتباع و پابندی کے بغیر انسان کی کوئی خواہش پوری ہوسکتی ہے۔ مثلاً بھوک، پیاس اور اولاد کی فطری خواہش انہی طریقوں سے پوری ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے ہیں یا ہوا، دھوپ، غذا و پانی کو استعمال کئے بغیر زندہ رہنے کی خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ نہ صرف یہ بلکہ ہوا، دھوپ، غذا و پانی استعمال کرنے میں اگر کمی و بیشی کی جائے تو صحتِ جسمانی کا نظام بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ پس ان تمام امور کی یکسانیت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ سب انسان ایک ہی اٹل نظامِ رحمت سے وابستہ ہیں اور انسانوں کی یہ فطری حیثیت گواہی دے رہی ہے کہ ایک اعلیٰ، قوی، قادر، رحمٰن، رحیم، علیم و حکیم ہستی تمام کائنات اور سب انسانوں کی خالق، رب، حاجت روا، پالنہار، مدبّر و فرماں روا ہے اور انسان پر نگران و حاکم ہے اور تمام انسان اسی کے بندے ہیں۔ اسی کے مقررہ نظام میں جکڑے ہوئے اور اسی کے محتاج ہیں۔ یہ ارشادات "ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ" (سورہ انعام:102، یونس: 3 اور 32، فاطر: 13، الزمر: 6، مومن: 62، 64) ترجمہ: (یہ اللہ ہی تمہارے حاجت روا ہیں۔) اور "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ" (سورہ فاطر:15، محمد: 38) ترجمہ: (اے لوگو! تم سب اللہ ہی کے محتاج و بھکاری ہو۔) اور "يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ" (سورہ الزمر:16) ترجمہ: (اے میرے بندو! مجھ ہی سے ڈرو۔)

جاہل و نادان انسان کو اس کی فطری حیثیت، عبد و رب کے فطری تعلق کی نشان دہی کرتے ہیں اور اس حقیقت کو واضح کررہے ہیں کہ خالق و رب ہی سے وابستہ رہنا انسان کی فطری خواہش ہے اس کے بغیر انسان کو نہ امن و عافیت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ اُس کے افکار و اعمال میں خیر و خوبی پیدا ہوسکتی ہے نہ اس کی عارضی و ابدی زندگی خوف و حزن سے محفوظ رہ سکتی ہے اور نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی بامراد زندگی پاسکتا ہے۔ انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی عارضی و ابدی زندگی کی ان مذکورہ خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنے خالق و رب کے مطیع و فرماں بردار اور اسی کے در کا بھکاری بنا رہے۔

اسی سے ڈرے اور اسی سے محبت کرے۔ اسی کے نازل کئے ہوئے نورِ علم و ہدایت کی روشنی میں سفرِ حیات طے کرے۔ منزلِ مقصود کو پہنچنے کی یہی ایک سیدھی فطری راہ ہے۔ "فَاعْبُدُوْهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ" (سورہ ال عمران:51) ترجمہ: (پس تم اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔) اور یہی وہ فطری سیدھا سادہ طریقۂ زندگی ہے عوام کا کیا ذکر اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی جس سے ناواقف ہیں۔ "ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" (سورہ یوسف:40) ترجمہ: (یہی ہے سیدھا طریقۂ زندگی، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔)

حیاتِ انسانی کا اوّل و آخر

انسان میں عارضی و ابدی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی جو فطری خواہشات ہیں خالقِ فطرت نے بشانِ رحمانیت و رحیمیّت انسان کی ان فطری خواہشات کے لحاظ سے اس کی رہائش، بود و باش، رہنے سہنے کے لئے دو عالم بنائے دنیا و آخرت اور انسان کو دنیا و آخرت کے متعلق یہ علم و آگہی بخشی کہ تمہارے رہنے کا ایک مقام "دنیا" عارضی و چند روزہ ہے۔ "لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" (سورہ البقرہ:36) ترجمہ: (تمہارے لئے زمین پر رہنا اور چند روز زندگی گزارنا ہے۔)

دنیا کی زندگی عارضی و چند روزہ ہے یہ تو سب ہی جانتے ہیں، اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم بھی ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں انقلابات و حوادث سے ہر وقت پالا پڑتا رہتا ہے۔ یہاں کسی چیز کو قرار و ثبات نہیں، مال و اولاد، زن و زمین، راحت و شادمانی، فراغت و عافیت بھی آنی جانی ہے۔ ان کے چلے جانے سے دل برداشتہ نہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح مشکلات، مصیبتیں، حیرانی و پریشانی، دکھ بیماری، حزن وغم، فقر و فاقہ بھی آنی جانی ہے۔ ان کے آنے سے دل گرفتہ نہ رہے۔ ان فانی چیزوں سے دل نہ لگائے اور نہ ان کے ہاتھ آنے سے فخر و غرور پیدا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے، جن کے فرائضِ حیات، بندگی و خلافت ہیں اگر ان کا دل دنیا کی دلچسپیوں، زینت و آرائش، عیش و عشرت، روپیہ، پیسہ میں اٹکا رہے گا یا دنیا کے حوادث و انقلابات میں وہ حیران و پریشان رہیں گے۔ تو اپنے فرائضِ حیات سے غافل ہو جائیں گے اور حیاتِ ابدی کے فطری مطالبہ کو بھول کر دنیا کے چند روزہ زندگی کو مطلوب و مقصود بنالیں گے اور ان فطری حقوق و ذمہ داریوں کو بھول جائیں گے جس کا احساس انسان کی فطرت میں ہے اور جو فطری تعلقات کی بناء پر ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً والدین پر اولاد کے اور اولاد پر والدین کے حقوق، زن و شوہر کے ایک دوسرے پر حقوق، دوست احباب، ہمسایہ، خادم، مزدور کے حقوق، حاکم و محکوم کے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

ان ہی فطری تعلقات اور فطری حقوق کا احساس انسان کو صیانتِ حقوق اور تعزیری قوانین کی پابندی پر آمادہ کرتا ہے۔ فطری تعلقات و حقوق کی یہی بندشیں اس حقیقت کا پتہ دے رہی ہیں کہ حیات و موت کی یہ چند روزہ زندگی انسان کے لئے ایک امتحان اور آزمائش کا دور ہے۔ عشرت گاہ نہیں، امتحان گاہ ہے۔ سعی و عمل کا مقام ہے یہ ارشاد اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ "الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (سورہ الملک:2) ترجمہ: ((اللہ) جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔)

اُمورحیات (بائیوڈاٹا)

نام: سید یوسف

قلمی نام: یوسف روشؔ

ولدیت: سید داؤد صاحب مرحوم

تاریخ پیدائش: 6-1-1943 (عمر78سال)

اساتذہ: جناب رؤف خلشؔ، جناب سردار انجمؔ، جناب اسماعیل خان پروازؔ دکنی، جناب نصیر بیابانی، جناب مسرور عابدی اور ڈاکٹر فاروق شکیل صاحب۔

تعلیم: (M.Tech)1975ء عثمانیہ یونیورسٹی

مصروفیت: شعرگوئی ونثرنگاری۔شعرگوئی کا آغاز14 اگست1981ء سے ہوا، مختلف اصناف سخن مثلاً: حمد، نعت، منقبت، غزل، قطعات وغیرہ سے دلچسپی ہے۔ نیز دینی وادبی مضامین کہنے کا سلسلہ جاری ہے(مشق سخن کے بارہ سال بعد پہلا مشاعرہ یوسف روشؔ نے20-2-1994 کو پڑھا۔

مشاغل: شہرواضلاع کی مختلف ادبی انجمنوں اور درگاہوں کے طرحی/غیر طرحی ماہانہ وسالانہ مشاعروں میں شرکت کرنا۔ یہی ادبی وشعری سرگرمی جاری ہے۔

سفر بیرون ملک: ماہ فروری2013ء میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

مکمل پتہ: 16-8-53b/3/A، جدید ملک پیٹ، حیدرآباد۔24

فون نمبر 8185907866

تصانیف وتالیفات: تعداد(18)

(۱) پیمانۂ روشؔ (مختصر نظمیں) 1984ء

(۲) پہلی پھوار (شعری مجموعہ) 1990ء

(۳) لن ترانی (مضامین) 1990ء

(۴) دوسری پھوار (شعری مجموعہ) 1995ء

(۵) مہکتی باتیں (دینی تقاریر کا خلاصہ) 1995ء

(۶) تیسری پھوار (قطعات) 1997ء

(۷) خوشبو ہی خوشبو (نعتیہ کلام) 1995ء

(۸) ادراک واحساس 2006ء (انٹرویو، ادبی تذکرے، خاکے، تبصرے)

(۹) کعبۂ عشق (نعتیہ مجموعہ) 2003ء

(۱۰) گلدستۂ رنگ رنگ (تہنیتی تعزیتی کلام) 2007ء

(۱۱) شعروسخن کی باتیں (مضامین) 2007ء

(۱۲) قدم قدم منزل (تالیف) نادر المسدوسی کے فکروفن پر لکھے گئے مضامین 2012ء

(۱۳) بارش انوار (نعتیہ مجموعہ) 2014ء

(۱۴) مشاعرے ہی مشاعرے 2014ء

(۱۵) اردو شاعری میں مروج مفرد اور مرکب بحریں2015

(۱۶) گلدستۂ سخن (حمد، نعت، قطعات وغیرہ 2016ء

(۱۷) بابِ سخن چند اوراق (عشق سخن کی منزلیں)2017ء

(۱۸) بھینی بھینی روشنی (قطعات وغزلیں) 2019ء

اعزازات وانعامات تعداد(13)

(۱) بزم ظاہر بیابانی (نعتیہ وغزلیہ مقابلے)2006سے 2008 تک(7) انعامات سے نوازا گیا۔

(۲) بزم کہکشاں محبوب نگر توصیف نامہ مارچ2008ء

(۳) تنظیم تحفظ اردو توصیف نامہ 14 ستمبر2006ء

(۴) جامعہ طیبۃ الرضا توصیف نامہ 7اگست2014ء

(۵) اردو اکیڈمی تلنگانہ ادبی ایوارڈ2009ء،2012ء،2014ء

ڈاکٹر م۔ ق۔ سلیم۔حیدرآباد

روشِ عصر سے انکار مشکل ہے

یہ پھولوں کی پر بہار محفل آج ایک بہت ہی خوب صورت، خوب سیرت اور پیاری ہستی کے لیے سجائی گئی ہے۔ ان کے بارے میں کیا کہوں، کون سے الفاظ استعمال کروں، ان کے اپنے الفاظ ان کی اعلیٰ سوچ کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ مجھے ان کی طرح خوب صورت، دلکش، دلنشیں اور دلچسپ الفاظ استعمال کرنا آتا ہے نہ میں ان کی طرح نثر نگار ہوں نہ شاعر۔ وہ نثر نگار بھی ہیں، شاعر بھی، مصور بھی، عکاس بھی اور آرکٹیکٹ بھی۔

نام سید یوسف:

یوسف کے معنی نہایت حسین، خوبصورت، جمال والا۔ یہ یوسف ثانی، یوسف جمال اور یوسف کمال ہیں۔

یوسف جب مشاعرے میں جاتے ہیں تو مشاعرہ یوسف کے حسن سے چمک اٹھتا ہے اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں کہ وہ آئے حسن کی جھلک دکھلائے اور چلے گئے۔ پھرتی ایسی کہ وہ جا یہ جا ر.............. کسی نے کیا خوب کہا۔

میرے یوسف تیری بھر پور زیارت کے لیے
مانگ لایا ہوں زلیخا سے ادھاری آنکھیں

وہ روشؔ ہیں یہ ان کا تخلص ہے۔ اس اعتبار سے ان کی روش یعنی طور طریقہ، رفتار، ڈھنگ وضع، ویسی ہی جو رفتار بے ڈھنگی ہے جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ سیکل پر اپنی روش اختیار کرتے ہیں اور مشاعروں میں بھی اور فوراً اپنی روش بدل کر یہ جادہ جا۔ مگر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اپنی روش نہیں بدلتے اتنے بھولے ہیں کہ جلد دوسروں کی باتوں میں آکر قلم تھام لیتے ہیں اور لکھ بھی دیتے ہیں، مگر جب احساس ہوتا ہے تو فوراً معافی بھی مانگ لیتے ہیں اور ندامت کا اظہار نہ صرف زبانی بلکہ تحریری بھی کردیتے۔ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو وہ شاعر ہو یا متشاعر یا پھر نا شعر تاریخی قطعات کا ہنر سکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھلے دل سے یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں کہتے ہیں، کبھی ہچکچاتے ہیں۔ یہی معصومیت جوان کے چہرے سے بھی جھلکتی ہے دیکھ کر خاموش رہ جاتے ہیں۔

تقطیع کرنا ہو یا تختی پر یا کاپی پر شعر کی۔ تختی پر تقطیع کردیتے ہیں۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے، سچ بول کر بڑے ہوتے ہیں۔

میں جھوٹ بولنے پر جو آمادہ ہوگیا
سچائی مجھے ڈھکیل کے آگے بڑھ گئی
روش روش پہ ہیں نکہت فشاں گلاب کے پھول
حسیں گلاب کے پھول ارغواں گلاب کے پھول
انہیں اپنے کے بچھڑنے کا غم بھی ہے
روش روش یہ پھول کھلاتے گلزاروں کی بات کریں
چھوڑ گئے جو تنہا ہم کو ان پیاروں کی بات کریں

روش کی مجھے یہ روش حد سے زیادہ پسند ہے کہ وہ کوئی بات زبان سے نکلتے ہی اپنے ذہن و دل میں قید کر لیتے ہیں۔ تاریخی یا تہنیتی قطعہ کے لیے کہیں کہیں تو کبھی انہوں نے انکار نہیں کیا، مجھے ایوارڈ ملنے پر میری کئی کتابوں پر تاریخی اور تہنیتی قطعات لکھے۔ یہ ہر کسی کے ساتھ بھی اسی طرح سے پیش آتے ہیں۔

روش روش یہ کچھ ایسے ٹہل رہی ہے صبا
کہ جیسے ہو کہ تری رہ گزر سے گئی ہے

روش سے میں 16 سال چھوٹا ہوں مگر وہ مجھے میرا ہم عمر سمجھتے ہیں تو مجھے خوشی اس بات کی ہوتی ہے اللہ مجھے ایسی ہی روش پر چلائے اور مجھے ان کی عمر لگ جائے۔ روش کی روش کو دیکھیں تو 1984 سے لے کر 2019 تک 18 کتابوں کے خالق ہیں۔

1984 میں جب روش کی مختصر نظموں کا مجموعہ ''پیمانہ روش'' آیا تو وہ پیمانہ بھرا ہوا نہیں تھا۔ انہوں نے اس پیمانے کو روش پر لا کر رکھا۔ پہلی، دوسری اور تیسری پھوار سے اس کو تر و تازہ کیا اس میں کچھ نہ خوشبو ڈالی، پھولوں کا رس اس میں بھرا، جب اس میں سے بھینی بھینی خوشبو آنے لگی تو بھینی بھینی روش میں اس پیمانہ کو بھرا اور اردو مسکن میں پیمانہ لبریز ہوا اور عباس متقی نے اس پیمانہ کو چھلکایا۔

ان کی شاعری میں خوشبو ہی خوشبو ہے، وہ اور اپنے اندر ادراک و احساس رکھتے ہیں۔ قدم قدم پر جو بھی منزل ہو مہکتی باتیں کرتے ہیں۔ ''کوچہ عشق'' جب لکھا تو بارش انوار ہوئی، شعر و سخن کی باتیں ہوئیں تو رنگ برنگی گلدستے تیار ہوئے، بھینی بھینی روشنی کے ذریعہ ایک سماں باندھا اور اس روشنی میں وہ سخن سرا ہوئے۔

روش عصر سے انکار بہت مشکل ہے روش نے صلہ کی پروا کئے بغیر چمن میں گل کھلاتے رہے، ان کی خدمات کو ایوارڈ اور توصیف ناموں سے نوازا گیا۔ وہ کہتے ہیں۔

نہ میں تاجر سخن کا ہوں، نہ میں شاعر ہوں بازاری
ہے سیدھی سادی میری شاعری ابہام سے عاری
دکھاوے کے جو شاعر ہیں وہ کرتے ہیں اداکاری
نہ لہجہ معتبر ان کا، زباں بھی غیر معیاری

ان کی حق گوئی و بے باکی دیکھئے، انہوں نے اپنے تمام اساتذہ کے نام لکھ دیئے جس میں جناب رؤف خلش، جناب سردار انجم، جناب اسماعیل خاں پرواز دکھنی، جناب نصیر بیابانی، جناب مسرور عابدی اور ڈاکٹر فاروق شکیل ہیں۔ ورنہ آج کل کے شاعر دل بدلو کی طرح استاد بدلتے ہی ان کا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے اور یہ آج کل استاد شاعروں میں چل رہا ہے۔ جہاں معاوضہ، مشاہرہ یا مناسب نذرانہ ملتا ہے۔ استاد شاعر جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور پیٹھ پیچھے غیر شائستہ الفاظ استعمال کرتے ہیں ایک ہی صف میں بیٹھ جاتے ہیں مگر یوسف صاحب میں یہ بات نہیں۔ وہ خود ایک استاد ہیں۔

بقول سمیع اللہ حسنی سمیع

وقت ہوں ہر ایک لمحے کا نشان رکھتا ہوں میں
گردش دوراں کی ساری داستاں رکھتا ہوں میں

روش کے لیے میری یہی دعا ہے:

وقت دعا میں دل سے ایک دعا کروں
میں رب کائنات سے یہ التجا کروں
تو خوش رہے تو شاد رہے
ترے دل کا آنگن آباد رہے

تو ہر پل یونہی ہنسا کرے
تو پھولوں کی مانند کھلا کرے
تیری زندگی میں کوئی غم نہ ہو
تجھے کسی سے کوئی گلہ نہ ہو
تیرے لب پہ کوئی آہ نہ ہو
تجھے بن مانگے وہ عطا کرے

78 سال کا یہ نوجواں 8+7 = 15 سال کی طرح ابھی بھی پھرتیلا ہے۔اس کے لیے یہی کہوں گا۔

دعا کی صورت میں اس کی خاطر
جو مرے ہونٹوں سے لفظ نکلے
جو میری آنکھوں سے اشک نکلے
انہیں کے بدلے میں اے خدایا
تو جب بھی اس کا نصیب لکھنا
عروج لکھنا، کمال لکھنا
کبھی نہ لفظ زوال لکھنا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی عمر دراز کرے۔

ہر نعمتیں اور بلندی بھی تجھ پہ ناز کرے
تری یہ عمر خدا اور بھی دراز کرے

روش نے ایک جگہ کہا:

کبھی ہنستے ہوئے گزری کبھی روتے ہوئے گزری
عدم آباد جانے کی روش کرنی ہے تیاری

مگر حیدرآباد والوں کی یہ خواہش ہے کہ:

تجھے وہ جہاں ملے جدھر کسی غم کا کوئی گزر نہ ہو
جہاں روشنی ہو خلوص کی اور نفرتوں کی خبر نہ ہو

نہ جانے کتنی زلیخائیں ان کی 40 سالہ شاعری پر فدا ہوئی ہوں گی مگر اس یوسف ثانی نے کسی کو دامن پکڑنے نہ دیا اور وہ پاکباز رہے کیوں کہ انہوں نے کبھی بھی اپنی روش نہیں بدلی۔

☆☆☆

ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری۔حیدرآباد

تعزیتی نظم

حضرت یوسف روش ایک مشہور و معروف شاعر تو تھے ہی مگر ایک صوفی منش اور قلندر صفت انسان بھی تھے میرے ان سے بہت تکلفانہ تعلقات تھے۔اس لیے میں نے اسی بناء پر کچھ تعزیتی اشعار کہے ہیں۔وہ پیش خدمت ہے۔

آپ کا تھا ساتھ ایسا حضرتِ یوسف روش
جیسے ظلمت میں اجالا حضرتِ یوسف روش
آپ ادھر ملک عدم میں ہیں ادھر احباب سب
کہہ رہے ہیں لحہ لحہ حضرتِ یوسف روش
چھوڑ کر دنیائے فانی چل بسے ہیں خلد کو
حق نے جب تم کو بلایا حضرتِ یوسف روش
فضل حق سے آپ کو جنت کے کوئی باغ میں
مل گیا ہوگا ٹھکانہ حضرتِ یوسف روش
سادگی اخلاق و الفت اور آیینہ صفت
شاعروں میں ایک تنہا حضرتِ یوسف روش
جب بھی ہوتا ہے گذر دولت کدے سے آپ کے
یادیں ہوجاتی ہیں تازہ حضرتِ یوسف روش
آپ کی یادوں میں رہتا ہے یہ طیب رات دن
کہہ رہا ہے یہ زمانہ حضرتِ یوسف روش

ابو حماد مولانامحمد زعیم الدین حسامی۔معتمد سراج العلماء اکیڈیمی۔حیدرآباد۔الہند

سید یوسف روشؔ ملنسار، مخلص اور خوش دل شاعر

موت ایک حقیقت ہے جس کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ہر پیدا ہونے والے کو ایک دن ضرور مرنا ہے۔ لیکن جس نے اپنی زندگی اچھی گذاری اُس کے لئے مرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی کا سبب ہوتا ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ(وہ ذات باری تعالیٰ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا ہے تاکہ دیکھیں تم میں کون اچھے اعمال کرتا ہے۔شاعر مخلص جناب سید یوسف روشؔ (جن کا 14 جولائی ۲۰۲۳ء بروز جمعہ صبح کے اوقات میں انتقال ہوا) کے انتقال پر گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے معتمد سراج العلماء اکیڈیمی مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ جناب سید یوسف روشؔ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ہم عصر اور بڑی عمر والوں سے بہت ادب واحترام سے ملتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے یعنی بڑے ملنسار تھے۔ایک طرف وہ عصری تعلیم میں اعلیٰ ڈگری (یم۔ٹک) کے حامل تھے تو دوسری طرف فنِ شاعری میں اعلیٰ مقام ومرتبے پر فائز تھے۔ میں ان کی طبیعت سے بہت متاثر تھا۔جب بھی ملاقات فرماتے بہت ہی محبت سے ملتے تھے۔کم عمر والوں کو اُن کی کم عمری کا احساس ہونے نہیں دیتے تھے۔ بلکہ اُنہیں عزت سے نواز تے تھے۔عمر کے لحاظ سے تو وہ بزرگ تھے لیکن دل جوان تھا۔ ہزاروں مشاعرے پڑھ چکے ہیں لیکن ہر مشاعرہ کو قبول فرماتے اور اگر مشاعرہ شروع ہونے میں کچھ تاخیر ہو یا صحت کی ناسازی کی وجہ سے شرکت نہیں کرسکتے تو اپنا کلام کسی کی ضمانت میں دے کر مشاعرے میں پڑھواتے تھے۔تہنیتی جلسہ ہو کہ تعزیتی جلسہ،صاحبِ تہنیت وتعزیت کے بارے میں اپنا کلام ضرور سناتے۔شہر اور اضلاع کے بڑے بڑے شعراء اُن سے اپنے کلام کی اصلاح لیتے تھے۔وہ کئی بڑے بڑے ایواڈس کے مالک تھے لیکن طبیعت میں بہت سادگی تھی ۔شعراء کرام ایک ملنسار، مخلص اور خوش دل شاعر سے محروم ہوگئے۔ مرحوم سید یوسف روشؔ مخلص بھی تھے اور مخلص بھی تھے،شاعر بھی تھے قلندر بھی تھے۔طبیعت کے سیدھے تھے تو رہن سہن کے سادھے تھے۔اخلاق کے نمونہ تھے تو ملنساری کے پیمانہ تھے۔وعدے کے پابند تھے اور بات کے پکے تھے ۔پنج وقتہ نمازی بھی تھے اور قاری القرآن بھی تھے۔ بڑوں کا ادب کرنے والے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے والے تھے۔ عصری تعلیم میں وہ ماہر تھے تو فنِ شاعری میں وہ استاذ تھے۔ یعنی وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔مرحوم یوسف روشؔ نام کی طرح کردار کے بھی یوسف تھے یعنی خوبصورت تھے۔ انسان کے گذر جانے کے بعد اس کے حسانات کو یاد کرنا یہ مرحوم یوسف روشؔ کے نیک ہونے کی علامت ہے۔اُن کی یاد میں سید یوسف روشؔ میموریل اکیڈیمی کا قیام عمل میں لایا گیا یہ خوش عین بات ہے۔کامل ہالؔ ، یاقوت پورہ میں

اتوار 6 اگست 2023ء بعد نمازِ عشاء نعتیہ مشاعرہ کے ساتھ ادب اجلاس منعقد کیا گیا۔ استاد شاعر جناب ڈاکٹر فاروق شکیلؔ صاحب کی سرپرستی میں اور جناب محترم سراج الدین مدنی سہرودی صاحب کی صدارت میں انشاء اللہ یہ اکیڈیمی دن دگنی رات جوگنی ترقی کریں گی۔ مرحوم یوسف روشؔ کے بھتیجے اور شاگردِ خاص جناب سید سہیل عظیم جو اکثر مشاعروں کی کامیاب نظامت فرماتے ہیں اور اس اکیڈیمی کے وہ معتمد عمومی بھی ہیں اُنہیں میں صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس اکیڈیمی کے قائم کرنے میں اُن کی خاص دلچسپی اور محنتیں ہوں گی۔ اُمید کرتا ہوں کے وہ سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر فاروق شکیل صاحب اور صدر اکیڈیمی محترم سراج الدین سہروردی مدنی صاحب و نائب صدر ڈاکٹر فریدالدین صادق صاحب کی خاص ہدایات پر اور دیگر معزز اراکین محترم طیب پاشاہ قادری (شریک معتمد) جناب ثناء اللہ انصاری وصفیؔ (خازن) اور دیگر معزز اراکین جہانگیر قیاسؔ، تشکیلؔ انور رزاقی، عبدالشکور شاداب ان سبھی حضرات کے مشوروں کے ساتھ اس اکیڈیمی کے مقاصد کو پورا کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)۔ سید یوسف روشؔ کے انتقال کے دوسرے دن سے ہی تعزیتی جلسوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ پہلا تعزیتی جلسہ ان کے انتقال کے دوسرے دن بزم سرورکونین کی جانب سے کامل ہال، یاقوت پورہ میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد بزم علم وادب، مظہر ملت اکیڈمی اور دیگر تنظیم کی جانب سے تعزیتی جلسہ منعقد کئے گئے۔ یہ مرحوم کے نیک ہونے کی اور ان کے اخلاق حسنہ کی دلیل ہے۔ جناب روشؔ کا اچانک انتقال اُن سے محبت وعقیدت رکھنے والے بالخصوص ان کے شاگردوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ سراج العلماء حضرت مولانا محمد جلال الدین حسامی کاملؔ فرماتے ہیں کہ

افسوس کہ چل بسا وہ مرنے والا
مداحِ نبیؐ کی قدر کرنے والا
صد آہ کہ خاموش ہوا اے کاملؔ
اشعار کو سن کے آہ بھرنے والا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنی خاص رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

سردار سلیم۔ حیدرآباد

قطعہ تاریخ وفات

ہردلعزیز بزرگ شاعر سید یوسف روش مرحوم

نیکیاں پھیلا چکے یوسف روش
محفلیں گرما چکے یوسف روش
آنکھ مل کر دیکھتے کیا ہو سلیم
''خلد میں وہ جا چکے یوسف روش''

1444ھ

قطعہ

بہت دشوار ہے اس شخصیت کی معرفت لکھنا
جو سب کی تہنیت لکھتا تھا اس کی تعزیت لکھنا
ہمیں یوسف روش کے ہجر نے غم دے دیا ایسا
سلیم آساں نہیں ہے اپنے دل کی کیفیت لکھنا

ڈاکٹر نادرؔ المسدوسی۔صدر بزم علم وادب مغل پورہ،حیدرآباد

حیدرآباد کے نامور وممتاز ماہر عروض استاد شاعر وادیب شہر یار سخن حضرت سید یوسف روش کے اچانک سانحہ ارتحال پر بزم علم وادب حیدرآباد کے زیر اہتمام

یادگار تعزیتی جلسہ ونعتیہ مشاعرہ کا کامیاب انعقاد

رپورتاژ

14 جولائی 2023 مطابق 25 ذی الحجہ 1444ھ بروز جمعہ صبح 8 بجے حیدرآباد کے نامور وممتاز ماہر عروض اُستاد شاعر حضرت سید یوسف روش نے اپنی زندگی کی آخری سانس لی اور اپنے مالک حقیقی کے حکم پر لبیک کہا اور جا ملے۔آپ کے سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی یہ خبر حیدرآباد کے علاوہ ریاست تلنگانہ وآندھرا کے ادبی حلقوں میں بہت ہی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے شعراء وادبا تک پہنچی۔اس کے ساتھ ہی ان کے عزیز واقارب کے علاوہ شعراء، ادباء، ادبی تنظیموں، سماجی، سیاسی وصحافتی اداروں سے وابستہ اصحاب ان کے گھر پہنچ کر افراد خاندان سے اظہار تعزیت کرنے لگے۔

جن میں جناب سید احمد پاشاہ قادری معتمد عمومی مجلس ورکن اسمبلی یاقوت پورہ، جناب برہان الدین اویسی ایڈیٹر انچیف روزنامہ اعتماد، ڈاکٹر فاضل حسین پرویز ایڈیٹر ہفت روزہ گواہ، جناب عبدالسلام شاہد کارپوریٹر، جناب سید سہیل قادری کارپوریٹر، جناب محمد اکرام اللہ سی ای او دار السلام بینک، حافظ شیخ محمد مینیجر دار السلام بینک قابل ذکر ہیں اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔

ان کے علاوہ حیدرآباد کے نامور شعرا وادباء پروفیسر مجید بیدار، ڈاکٹر سید عباس متقی، پروفیسر مسعود احمد، ڈاکٹر فاروق شکیل، جناب جلال عارف، مولانا انوار احمد، جناب سردار سلیم، جناب محبوب خان اصغر، ڈاکٹر نادرالمدوسی، ڈاکٹر فریدالدین، جناب اطیب اعجاز، قاضی فاروق عارفی، ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری، جناب اکبر خاں اکبر، جناب فرید سحر، جناب لطیف الدین لطیف، جناب محمد ثناء اللہ وصفی، ظہور ظہیر آبادی، محمد معین (انچارج اردو مسکن) کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ نماز جنازہ میں شریک رہے،اس غم کے ماحول میں جناب رؤف خلش (بڑے بھائی حضرت یوسف روش) کے فرزندان، چھوٹے بھائی جناب محمود سلیم اور ان کے فرزند سہیل عظیم اور خود حضرت یوسف روش کے فرزندان سید ادریس، سید اویس اور سید جلیس کو سبھی نے گلہ لگا کر پرسہ دیئے اور مشیت الٰہی پر راضی برضا رہنے کی تلقین کی۔

یوسف روشؔ کی نماز جنازہ مسجد محی النساء بیگم ملک پیٹ میں بعد نماز جمعہ ادا کی گئی اور مسجد سے ہی متصل قبرستان میں بے شمار افراد کی موجودگی میں بدیدہ نم تدفین عمل میں آئی۔نماز جنازہ اور تدفین میں عزیز واقارب کے علاوہ شعراء، ادباء، سیاسی وسماجی شخصیات کی کثیر تعداد نے شرکت فرما کر حضرت یوسف روش کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اُستاد سخن حضرت یوسف روش کے اچانک سانحۂ

ارتحال پر ان کی یاد میں بزم علم وادب کے زیر اہتمام تعزیتی جلسہ ونعتیہ مشاعرہ 18 جولائی بروز منگل کو 2 بجے دن مسدوسی ہاؤز مغل پورہ میں منعقد کیا گیا،تعزیتی جلسہ کی صدارت ڈاکٹر نادر المسدوسی صدر بزم علم وادب اور نعتیہ مشاعرہ کی نگرانی عمدۃ الشعراء حضرت نور آفاقی (محبوب نگر) نے کی۔ پروگرام کا آغاز قاری انیس احمد کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔ جناب حلیم بابر معتمد عمومی بزم علم وادب نے تمام شرکاء کا خیر مقدم کیا اور نظامت کے فرائض جناب محسن خان معتمد نشرو اشاعت نے انجام دئے۔ اس تعزیتی جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے مقررین کرام نے حضرت یوسف روش سے متعلق اپنے دلی جذبات واحساسات کا اظہار کیا۔ بزم علم وادب کی جانب سے انہیں شہر یار سخن کا خطاب دیا گیا تھا۔

☆ مولانا محمد زعیم الدین حسامی معتمد سراج العلماء اکیڈمی نے قرآن کی آیات کی روشنی میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی اس لیے رکھی کہ اسے آزمائے کہ ان میں کون ہے جو نیک عمل کرنے والا ہے اور بلاشبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس آزمائش میں بہت حد تک حضرت یوسف روش نے اپنے اخلاق اور کردار اور اکل حلال روزی اور محبت وشفقت سے پورے اترے ہیں۔

☆ مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر ماہنامہ ''صدائے شبلی'' نے کہا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئر اور شاعر وادیب ہونے کے باوجود جس سادگی اور ملنساری سے حضرت یوسف روش نے اپنی زندگی گزاری وہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے انہوں نے کہا کہ ماہ اگست کا شمارہ یوسف روش کا خصوصی نمبر شائع ہوگا۔

☆ مولانا ڈاکٹر نادر المسدوسی نے اپنے بہت ہی دلی جذبات کے ساتھ غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ استاد شاعر تو بہت ہیں لیکن اس قدر مشفقانہ انداز اور شعر وادب ہی نہیں بلکہ مذہب سے گہرا تعلق رکھنے والا کوئی نہیں۔ان کے حیدرآباد اور اضلاع میں کئی شاگرد ہیں لیکن یہ کبھی بھی انھوں نے اظہار نہیں کیا۔

☆ جناب محمود سلیم نے اپنے بڑے بھائی حضرت یوسف روش کے بارے میں ان کے مشفقانہ طرز زندگی کے بارے میں تفصیلی مضمون سنا کر روشنی ڈالی۔

☆ ڈاکٹر راہی نے یوسف روش کے انتقال پر بہت ہی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان پر بہت ہی معیاری مضمون سنا کر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، تمام سامعین نے ان کے مضمون پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

☆ ڈاکٹر م ق سلیم نے حضرت یوسف روش کے حین حیات لکھا ہوا ان کا مضمون سنایا جس میں مرحوم سے متعلق تفصیلات ادبی وشعری سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا تھا۔

☆ ایس کے افضل الدین (کانگریس لیڈر) نے حضرت یوسف روش سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے بڑے ہی جذبات میں کہا کہ ایسا مخلص اردو کا شاعر وادیب آج اور کوئی نہیں ہے۔

☆ ڈاکٹر عبدالعزیز سہیل نے اپنی تعزیتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت یوسف روش کی شاعری چار دھوں پر مشتمل ہے ان کے سات نثری اور گیارہ شعری مجموعے شائع ہوکر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

☆ ڈاکٹر ناظم علی سابق پرنسپل موڑتاڑ کالج نظام آباد نے کہا کہ حضرت یوسف روش ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملا کرتے تھے اپنے سے چھوٹوں سے بھی بھائی کہہ کر بات کرتے تھے یہی منکسر المزاجی ان کی ہر ایک کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

☆ ڈاکٹر خواجہ فریدالدین صادق نے کہا کہ یوسف روش ہر خوشی اور غم کے موقعوں پر اپنے تہنیتی اور تعزیتی کلام کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے اور سامعین میں ورقیہ تقسیم کرتے تھے۔

☆ مولانا محمد شیخ ظہیر کامل فقہ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ اس قدر اوصاف حمیدہ اور اردو شعروادب کی مخلصانہ جذبات انجام دینے والی شخصیت پر کسی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کروانے کی ضرورت ہے۔

تعزیتی جلسہ کے دوران شعراء کرام حضرت نور آفاقی، حلیم بابر، ڈاکٹر نادالمسدوسی، ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری، قاری انیس احمد، علی بابا درپن، ارشد شرفی اور ظہور ظہیر آبادی نے اپنے تعزیتی قطعات اور کلام سے اپنے دلی جذبات ووابستگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا جو کہ حضرت یوسف روش کے اوصاف حمیدہ شخصیت اور خدمات کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔

تعزیتی جلسے کے فوری بعد حضرت نور آفاقی عمدۃ الشعراء کی نگرانی میں نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا جس میں نگران مشاعرہ کے علاوہ جناب حلیم بابر، ڈاکٹر راہی، ارشد شرفی، ڈاکٹر نادر المسدوسی، ڈاکٹر خواجہ فریدالدین، قاری انیس احمد، زاہد ہریانوی، نوید جعفری، افتخار عابد، ظہور ظہیر آبادی، ایم ایم عارف، محمد ثناء اللہ وصفی اور میر مقبول احمد مقبول نے نعتیہ کلام سنانے کی سعادت حاصل کی، اس مشاعرہ کی نظامت ظہور ظہیر آبادی نے بحسن وخوبی انجام دی۔

نعتیہ مشاعرہ کے بعد مولانا ڈاکٹر نادر المسدوسی صدر بزم علم وادب نے حضرت یوسف روش کی مغفرت کے لئے رقت انگیز دعا کی اور پروگرام کا اختتام عمل میں آیا۔

محمد ثناء اللہ انصاری وصفیؔ۔ اسسٹنٹ رجسٹرار۔ ہائی کورٹ، تلنگانہ

تعزیت نامہ

حضرت یوسف روشؔ کے سانحۂ ارتحال پر

ہے دنیا کی عجب نا پائیداری
کبھی کس کی کبھی کس کی ہے باری
قضاء یہ حضرت یوسف تمہاری
رہے گی دل میں بن کر بے قراری
قلندر کی طرح حضرت روشؔ تھے
گزاری زندگی اس طرح ساری
عبث دنیاسے دل کا ہے لگانا
یہ رکھتی ہے فقط دو دن کی یاری
اسیر اپنا بناتی ہے یہ دنیا
وہ چاہے مرد ہو یا کہ ہو ناری
روشؔ جیسا قلندر دیکھنے کو
نظر ڈھونڈا کرے گی اب ہماری
ہمیں دنیامیں چھوڑا چل پڑے تم
روشؔ بدلی نہیں اب بھی تمہاری
خدا دے خلد کی ایک ایک نعمت
چلے اُن پر سدا بادِ بہاری
ثناء اللہ وصفیؔ کی دعا ہے
روشؔ کی قبر ہو جنت کی کیاری

قطعہ تاریخ

یوسف روشؔ تھے نیک بہت اور باکمال
افسوس اُن کا ہوگیا اِس سال ارتحال
یہ سال سالِ غم ہوا وصفیؔ اسی لئے
یوسف روشؔ کا بن گیا جب سالِ انتقال

ڈاکٹر راحتؔ بی اے یم یس۔جنرل سکریٹری مولانا محمد علی جوہرؔ اکیڈیمی (حیدرآباد)

”یوسف روشؔ پیکرالعجائب اَسرار بالغرائب شخصیت“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیر الناس من ینفع الناس

جناب یوسف روشؔ ایک فرشتہ خصلت حق نما نیک طینت انسان تھے،جن کے صدق وصفا انسان دوستی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، وہ خانقاہی طریق کے نیک خو ہمہ صفت سادہ لوح انسان تھے۔آپ انھیں ہمہ رنگ، ہمہ عجوبہ روزگار نادر العجائب اسرار بالغرائب شخصیت کہہ سکتے ہیں۔بظاہر پاک صاف سیدھی،سادی،شخصیت،مزاجاً باغ وبہار،مزحدار،طرحدار،وضعدار، دل فگار، پُر اسرار، رنگ دار،خوش افکار، دل نگار، خانہ دار، شاندار، پُر اسرار، صد افتخار عزّ ووقار پہلودار، زرنگار، قابل افکار، روشن اظہار، نادر الاسرار، سوانح نگار، اُستادِ فکر وخیال، شاعر ونثار مکتوب نگار، انشاء بردار، لائق و فائق تخلیق کار، افسانوی کردار، عجیب الاسرار تخلیق کار، پہلی تخلیق پہلی پھوار، پیائش فکر، دوسری پھوار لن ترانی دِل فگار، مہکتی باتیں تیسری پھوار، لائق مطالعہ، خوشبوہی خوشبو، کعبۂ عشق، نعتیہ افکار، احساس وادراک پاک و صاف، ہمہ مقصدی اُن کی شخصیت، ہمہ مقصدی، ہمہ صفات، اُن باتیں تحریکات، عجیب الاسرار محریکات، اُن کا تکلم واجبات، اُن کا تبسم معجزات، اُن کا ترنم عجائبات، سہل ممتنع ہراک بات، ذومعنی سب تکلمات، اشارے کنائے محاورات، ابروسے اُن کی اِصلاحات۔

بہرکیف یوسف روشؔ اپنی ذات وصفات سے ایک چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا سے کم نہ تھے،ان کی ہربات ذو معنی فرحدار اور شاندار ہوا کرتی تھی، میں دراصل اُن کے بڑے بھائی کا یعنی جناب رؤف خلشؔ کا دوست تھا رؤف خلشؔ کے بعدان سے تعلقات استوار ہوئے بزم جوہرؔ کے ماہانہ طرحی مشاعرے ان سے دوستی کا ذریعہ بنے۔ان کی طرحی مشاعروں میں مسلسل شرکت مہر ومحبت اخلاص ومرت سے متاثر ہوتا گیا۔میں اکثراس زمانے میں روف خلشؔ سے ملنے شعیب میموریل لائبریری ملک پیٹ آیا کرتا تھا۔اس زمانے میں شعیب لائبریری میں ادبی تقریبات اور مشاعرے جلسے کچھ زیادہ ہی ہوا کرتے تھے۔کانگریس کمیٹی کے جلسے مسٹر رام دیو صدر کانگریس کمیٹی کے توسط سے کچھ زیادہ ہی ہوا کرتے تھے۔مسٹر قادر خان صاحب صدر منڈل کانگریس کمیٹی چنچل گوڑہ تھے،کاوش بدری مسٹر کے یم خان (یم پی) میاں محمد خان امین سید معیز الدین خطا سلام خوشنویس، دیوراج کمیونیسٹ لیڈر، باقر منظور نعمت اللہ خان، صوفی کونسلر بلدیہ، علی بابادرپن اور دوسرے نوجوانان پابندی کی ساتھ شرکت کیا کرتے تھے۔

سید علی اکبر انجینئر، ڈاکٹر زیب النساء یم ڈی گورنمنٹ میٹرنٹی ہاسپٹل، صوفی نعمت اللہ خان کونسلر بلدیہ، جسٹس سردار علی خان، الطاف حسین جنیدی، عبدالوہاب

خان صدر مدرس چنچل گوڑہ ملٹی پر یز ہائی، ڈاکٹر طاہر علی پر و فیسر آف فیزیالوجی گاندھی میڈیکل کالج، ڈاکٹر طیب علی، ڈاکٹر عاشق علی، ڈاکٹر مشتاق علی، حکیم نظامی، وکیل نظامی بزم جوہر کے سرپرستوں میں شامل تھے۔ شعیب میموریل لائبریری کے ہم ممبر بھی تھے کتابیں لیجانے کیلئے اور ورزش کرنے وہاں روز آیا جایا کرتے تھے۔ ہمارے قریبی دوست سید محمد سید فضل الحق جو ڈاکٹر زینب النساء کے برادر س تھے میرے کلاس میٹ تھے۔

روف خلش کے انتقال کے بعد بہت بعد یوسف روش سے بزم جوہر کے ماہانہ مشاعروں میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ یوسف روش کی سادگی مذہب سے دیوانگی کی حد تک وابستگی نے مجھے بیحد متاثر کیا تھا، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، غیر جانبداری گروہ بندی سے نفرت آزاد منش اور غیر جانبداری مجھے بیحد پسند تھی، یوسف روش اخلاص و مروت، مہر ومحبت کی تصویر تھے۔ ان سے ایک بار ملنے والا، بار بار ملنا پسند کرتا تھا صاحب کردار ہی نہیں صاحب گفتار بھی تھے، عاشق ربانی پیر لاثانی، صوفی سلطانی شاعر فرقانی بھی تھے۔

بحیثیت شاعر محفلوں کی جان، شاعروں کا مان، پان اور مہمان مانے جانے اور پہچانے جاتے تھے اور ان کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ مشاعروں کے مہمان خصوصی کیلئے تہنیتی قطعات ضرور لکھتے اور پڑھتے تھے اور مشاعروں میں تہنیتی اشعار کو چھپوا کر نہ صرف تقسیم کرتے تھے بلکہ صاحب مشاعرہ اور مہمانان مشاعرہ کی خدمت میں ان تہنیتی اشعار کو خوبصورت فریم میں بنوا کر تقسیم بھی کرتے تھے۔ اور خاص خاص افراد مشاعرہ تو تبریک سخن اور تحسین سخن کے گلہائے سخن کثیر سرمایہ خرچ کر کے اُس کے فریم بنوا کر ہدیہ بھی کرتے تھے، اس طرح اُنھیں سخن سدا دیکھ کر مجھے میرے اساتذہ سخن خصوصاً میر ہائی اسکول کے زمانے اُستاد سخن جو میرے ہم محلّہ بھی تھے، حضرت باقر منظور اور اُس کے بعد میرے استاد حضرت رفیق جانشین ھرمز جو سلام خوشنویس کے والد گرامی تھے کی یاد آجاتی تھی۔ جو اکثر مشاعروں میں مہمانان خصوصی کیلئے تہنیتی اور تاریخی قطعات ضرور لکھتے تھے۔ اور حضرت عبدالغفار رفیق حیدر آبادی جانشین ھرمز کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ قطعہ تاریخ فی البدیع عیسوی اور ہجری میں نکالتے تھے۔ انھیں اعداد اس قدر ازبر تھے۔ اُس زمانے کا ایک مشہور مشاعرہ جو یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد کی دیوڑھی میں ہر سال ہوا کرتا تھا جسمیں ہندوستان کے منتخب ریاستوں کے اساتذہ سخن شرکت کرتے تھے۔ ایک بار کا مشہور واقعہ ہے کشن پرشاد بہادر کی دیوڑھی میں مشاعرہ تھا اور مسلسل تیسرے دن اختتامی مراحل میں تھا۔ اور طرحی مشاعرہ تھا جسکا مصرع تھا ''اُٹھ کے دلان سے پردے میں کوئی حور گئی'' مہاراجہ کو مصرع طرح پر کسی اساتذہ کا مصرع پسند نہیں آرہا تھا اس معتمد مشاعرہ حضرت مجید آغائی تھے، مہاراجہ نے دریافت کیا کہ کیا دکن کا کوئی استاد شاعر اس مشاعرے کے فہرست سے چھوٹ تو نہیں گیا تو مجید آغائی جو حضرت زور آغائی کے چچا تھے عرض کیا کہ ایک استاد شاعر حضرت ھرمز چھوٹ گئے ہیں تو انھیں مشاعرے میں حاضر کرنے کا فرمان ہوا۔ سرکاری گاڑی بھیج کر بلوایا گیا۔ تو دیوڑھی کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے انہوں نے اپنے شاگرد حضرت رفیق حیدر آبادی سے دریافت کیا پوچھ رفیق مصرعہ کیا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ مصرع طرح یہ ہے۔

''اُٹھ کے دلان سے پردے میں کوئی حور گئی''

نور آفاقی۔ چشتی قادری، حیدرآباد

تعزیتی نظم بر وفات حضرت یوسف روشؔ

موسم تھا بادو باراں کا اپنے شباب پر
اُبھرا ہوا تھا بلبلہ اک سطح آب پر
اُس کی نمو تھی موج کی ہر پیچ وتاب پر
یعنی تھی اِک حیاتِ دوامِ انقلاب پر
کاری لگائی ضرب کچھ ایسی اجل نے آج
یوسف روش بھی پائے نہ ہرگز سنبھلنے آج
آئی خبر جہان سے یوسفؔ گزر گئے
وہ سرحدِ حیات پہ تھے لحہ بھر گئے
دیتے ہوئے یہ دعوتِ فکرونظر گئے
دو چار دن کے مہماں تھے اپنے گھر گئے
دُنیا کا یہ وتیرہ تو رُوزِ ازل سے ہے
اے نورؔ زندگانی کو نسبت اجل سے ہے
افسردہ شام ہے تو سحر ہے اُداس اُداس
باغِ ادب کی راہ گزر ہے اُداس اُداس
دل ہے بجھا بجھا تو نظر ہے اُداس اُداس
ہر دوست بھی دیدۂ تر ہے اُداس اُداس
کس نے دیا جہانِ دو روزہ میں غم کا ساتھ
یوسف عدم کو چل دیئے تھامے اجل کا ہاتھ
پچھلا پہر تھا جمعہ کا اذہان سرد تھے
بوجھل فضا تھی غم سے سبھی چہرے زرد تھے

لحہ بہ لحہ موت سے یوسفؔ نبرد تھے
”حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے“
کرلیں دُعا نگاہ ہماری طرف بھی ہے
یوسفؔ کی قبر چلیئے ملک پیٹ میں ہی ہے

تو حضرت ہرمزؔ حیدرآبادی نے فی البدیہہ فرمایا۔

”دل میں رہنا تھا اُسے وہ تو بہت دور گئی“
اُٹھ کے دلان سے پردے میں کوئی حور گئی

ایک ہنگامہ ہو گیا مسلسل تین یوم سے مشاعرہ چل رہا تھا جس میں سارے ہندوستان کی مشہور ریاستوں کے اساتذۂ سخن یمین السلطنت دکن آصف سابع اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر کے وزیر اعظم مہاراج کشن پرشاد کی دیوڑھی میں طرحی سالانہ مشاعرے کا انعقاد عمل میں آرہا تھا جسمیں کسی شاعر کا مصرع مہاراج کو پسند نہیں آرہا تھا۔ جو حضرت ہرمزؔ دکن کو قلعت نذرانہ شاہی پیش کیا گیا اُن کی خوب پذیرائی سخن کی گئی، استعجاب انگیز حیرت کی بات یہ محسوس کی گئی کہ حضرت ہرمزؔ نے اس وقت کھڑے کھڑے ۲۲ شعر کی فی البدیہہ غزل کہہ کر مشاعرہ لوٹ لیا تھا اور وزیر اعظم سر کشن پرشاد نے بر سر محفل حضرت ہرمزؔ کا دربار آصف جاہی کا شاعر مقرر فرما دیا تھا۔ تو یہ تاریخی واقعہ بھی اس ضمن میں مجھے یاد آ گیا جو میرے اُستاد سخن حضرت محمد عبدالغفار رفیقؔ حیدرآبادی جانشین ہرمزؔ کے استاد کن یعنی میرے دادا اُستاد کا تھا۔ یوسف روشؔ مرحوم جن کو مرحوم لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جن کی کمی شدت سے محسوس کی جائے گی۔

بقول شاعر۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوسف روش حیات اور کارنامے

یوسف روش کا اصل نام سید یوسف اور قلمی نام یوسف روش تخلص روش ہے، آپ نے HSC 1958ء اور ایم ٹیک جامعہ عثمانیہ 1970ء میں پاس کیا، IDPL میں بحیثیت آفیسر اور 2001ء میں بحیثیت SPE فرائض انجام دیئے۔ والد کا نام سید داؤد تھا، 6 جنوری 1943ء کو کرنول میں پیدا ہوئے، شعر گوئی کا آغاز 14 اگست 1981 سے ہوا۔ آپ نے مختلف اصناف شعر جن میں غزل، نعت، حمد، منقبت، قطعات، تاریخ گوئی پر طبع آزمائی کی ہے، دینی اور ادبی مضامین لکھتے رہے۔ شہر حیدرآباد کی مختلف ادبی انجمنوں کے ماہانہ طرحی وغیر طرحی مشاعروں میں کلام سناتے رہے۔ 20 مئی شہر حیدرآباد کے مختلف روزناموں مثلاً منصف، اعتماد، رہنمائے دکن، سیاست، راشٹریہ سہارا، صحافی دکن اور دیگر رسائل آندھراپردیش، تلنگانہ، شاداب، رنگ وبو، گونج، پروانہ دکن وغیرہ میں مضامین اور کلام چھپتا رہا۔

شاعری میں جناب رؤف خلش مرحوم، جناب سردار سلیم مرحوم، جناب اسماعیل خان پرواز مرحوم، جناب معیز بیابانی مرحوم، جناب مسرور عابدی اور جناب ڈاکٹر فاروق شکیل سے مشورۂ سخن کرتے رہے، بزم علم وادب نے علمبردار اور ایوارڈ اور شہر یار سخن شاعری اعلیٰ روش کا خطاب عطا کیا۔ ان کی نظم ونثر میں جملہ 18 تصانیف ہیں۔

(۱) پیمانہ روش (مختصر نظمیں) 1984

(۲) پہلی پھوار (شعری مجموعہ) 1990

(۳) لن ترانی (مضامین) 1990

(۴) دوسری پھوار (شعری مجموعہ) 1995

(۵) مہکتی باتیں (دینی تقاریر کا خلاصہ) 1995

(۶) تیسری پھوار (قطعات) 1997

(۷) خوشبو ہی خوشبو (نعتیہ کلام) 1995

(۸) کعبۂ عشق (نعتیہ مجموعہ) 2003

(۹) ادراک واحساس 2006

(۱۰) گلدستہ رنگ رنگ تہنیتی تعزیتی قطعات مع 26 منتخب غزلیں 2007

(۱۱) شعر وسخن کی باتیں (مضامین)

(۱۲) قدم قدم منزل (نادر المسدوسی کے فکر وفن پر لکھے گئے مضامین کا انتخاب 2012

(۱۳) بارش انوار (حمد، نعت، منقبت، سلام وقطعات کا مجموعہ)

(۱۴) مشاعرے ہی مشاعرے فروری 1994 سے اگست 2014 تک

(۱۵) اردو شاعری میں مروج مفرد اور مرکب بحریں 2015

(۱۶) گلدستہ سخن (حمد، نعت، غزل، قطعات اور تہنیتی وتعزیتی کلام 2016)

(۱۷) باب سخن چند اوراق عشق سخن کی منزلیں 2017

(۱۸) بھینی بھینی روشنی تاریخی وتہنیتی وتعزیتی ومنتخب غزلیں 2019

2013 میں بیرونی ممالک کا سفر حرمین شریفین کیا ہے، یوسف روش تہنیتی اور تعزیتی کلام کے لئے معروف ہیں، بزم علم وادب حیدرآباد کی جانب سے مسدوسی ہاؤز مغل پورہ میں تہنیتی تقریب منعقد کی گئی تھی جس میں کئی شعراء کرام نے مصرع طرح ''احباب کی نظر میں برتر روش بھی ہے'' پر طبع آزمائی کی اور تہنیتی کلام لکھا نمونہ کلام یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ان کی تہنیت پر نور آفاقی چشتی قادری محبوب نگر کا یہ شعر۔

باب سخن میں پھرتے ہیں ہر رنگ کے طیور
ہمراہ ان کے طائرہ خوش تر روش بھی تھے

حلیم بابر

اپنا رفیق آل پیمبر روش بھی تھے
انسانیت خلوص کا پیکر روش بھی ہے

یوسف روش اپنے بارے میں کہتے ہیں:

لاکھوں سخنوروں میں سخنور روش بھی ہے
بحر سخن کا ایک شناور روش بھی تھے

ڈاکٹر مبشر احمد نشتر

شہر سخن کا ایک سخنور روش بھی ہے
اس گلشن ادب کا گل تر روش بھی تھے

علی بابا درپن

اتنا خلوص اتنی لگن اردو ادب سے
کچھ لوگ اور بھی ہیں یہاں پر روش بھی تھے

زعیم ذومرہ

شعر وسخن کا ایک سخنور روش بھی ہے
گلشن میں شاعری کے گل تر روش بھی تھے

خواجہ فرید الدین صادق

استاد ہیں سخن کے تو دلبر روش بھی تھے
احباب کی نظر میں برتر روش بھی تھے

ڈاکٹر نادر المسدوسی

آزاد شاعروں میں قلندر روش بھی تھے
آزاد زندگانی کا پیکر روش بھی تھے

ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری

حسن سلوک وپیار کا پیکر روش بھی ہے
اردو زباں کا ایسا سخنور روش بھی تھے

قاری انیس احمد

سوز وگداز قطب کا مظہر روش بھی تھے
افکار دل نواز کا پیکر روش بھی تھے

ولی محمد زاہد ہریانوی

علم عروض میں بھی تو ہیں کامیاب یہ
احباب کی نگاہ میں تو برتر روش بھی تھے

مضطر ورنگل

یہ بات اور ہے کہ ملنسار ہے مگر
دشمن کے حق میں پھر بھی غضنفر روش بھی تھے

ایم ایم عارف

اردو ادب کی راہوں میں بہتر روش بھی تھے
احباب کی نگاہ میں برتر روش بھی تھے

سید جلیس

ناز ونیاز سے ہے پرے سادگی بہت
اپنے مزاج کا تو قلندر روش بھی تھے

محمد ثناء اللہ القادری وصفی

یوں تو کئی دکن میں سکندر سخن کے ہیں
قسمت سے شاعری کا سکندر روش بھی تھے

سراج مدنی

باہر، نوید، نادر وصادق کے ساتھ ساتھ
اس بزم تہنیت میں منور روش بھی تھے

سہیل عظیم

اکثر مشاعروں میں مظفر روش بھی تھے
احباب کی نگاہوں میں برتر روش بھی تھے

سید عبدالشکور شاداب

دنیائے شاعری میں سخنور روش بھی تھے
کہتے ہیں بعض لوگ قدر آور روش بھی تھے

محمد انوار اللہ انصاری

ہوجاتے ہیں شکار اندھیروں کا جب بھی لوگ
پڑھنے کو روشنی کا بھی منتر روش بھی تھے

تہنیتی افکار میں یوسف روش کی سیرت، شخصیت حیات کے پہلوؤں پر ترجمانی کے ساتھ ان کی صلاحیت، صفات قابلیت اور کلام کے خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے، تہنیت میں غلو زیادہ ہوتا ہے اس صنف کی مجبوری بھی ہے تعریف کے پل باندھنے پڑتے ہیں بعض خصوصیات حقیقت سے میل کھاتی ہیں۔

ان کا منتخب کلام ذیل میں درج ہے:

تیرگی بااثر نہ ہوجائے - روشنی دربدر نہ ہوجائے

پھرتا رہا اڑان سخن کی فضاؤں میں
شل ہوگئے ہیں بازو غزل کہہ کے کیا کروں

خوشی کے جام زمانے میں بانٹتا ہوں میں
کہ چلتا پھرتا محبت کا میکدہ ہوں میں

خود کو بڑا سمجھنے کا سارا شباب ہے
اپنے خلاف جنگ ہی اصلی جہاد ہے

جھوٹ اور دھوکا قیامت میں نہیں
متقی ماں کی عدالت میں نہیں

یہ قلم قلم کب ہے اک دیا ہے شاعر کا
کاغذوں کے چہروں پر روشنی اگلتا ہے

ان اشعار میں حالات حاضرہ کے مضامین کی ترجمانی کی ہے، محبت الفت کو عام کررہے ہیں۔ نفرت کی بیخ کنی کی جاتی ہے، محبت سے انسانیت ترقی کرتی ہے، مذکورہ استعارہ سیدھے سادی اور سلاست روانی کا پیکر ہے، جلد متاثر کرتے ہیں بحریں مختصر پُراثر استعمال کی ہیں۔ ان کی زندگی اور کلام سادگی کا پیکر ہے، سادگی ہی زندگی کو سہل آسان بناتی ہے، حالی نے اس کی پیروی کی ہے، میر کا انداز اثر ان کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

زعیم نو مرہ۔ حیدرآباد

محفلوں کی جان تھے یوسف روش
کس قدر ذیشان تھے یوسف روش

اے خدا تو بخش دے ان کے گناہ
اک بھلے انسان تھے یوسف روش

جس میں شعر وفکر کے گل تھے سجے
ایسا اک گلدان تھے یوسف روش

تہنیت کہنا تھا ان کا مشغلہ
جس میں عالی شان تھے یوسف روش

حضرتِ سید یوسف روشؔ کے سانحۂ ارتحال پر اظہارِ غم

۱۶ر جولائی ۲۰۲۳ء کو حیدرآباد کے معروف نوجوان شاعر جناب ظہور ظہیرآبادی کا فون آیا اور کہا کہ بزمِ علم وادب کے زیر اہتمام مسدوسی ہاؤز میں حیدرآباد کے ممتاز ومعروف اور مخلص شاعر جناب یوسف روشؔ کا تعزیتی اجلاس ہے اور آپ کو آنا ہے۔ میں نے کہا کیا ان کا انتقال ہوگیا انہوں نے کہا کہ ہاں ان کا انتقال ہوگیا ہے، میں چونکہ ۱۴ر جولائی ۲۰۲۳ء کو دہلی میں داعی اسلام حضرت مولانا سید کلیم احمد صدیقی صاحب سے ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس سانحہ کا بروقت علم نہ ہوسکا، میں جب ۱۶ر جولائی کو حیدرآباد پہنچا تو دیکھا کہ شہر حیدرآباد میں ان کے تعزیتی اجلاس ومشاعروں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ بزم علم وادب مظہرِ ملت اکیڈیمی ادارہ ادبِ صادق ہر تنظیم، ہر بزم اُن کے تعزیتی اجلاس منعقد کررہی ہے۔ کئی محفلوں میں لگاتار بارش ہونے کے باوجود خاکسار نے بھی شرکت کی اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے مرحوم یوسف روشؔ کے تعلق سے مجھے اتنا ہی کہنا ہے کہ وہ ایک دیندار، باکردار، مخلص شخصیت اور بہترین وحقیقی معیاری شاعر تھے۔ بے شمار مشاعرے مجھے ان کے ساتھ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ وہ وقتِ مقررہ پر مشاعرہ گاہ پہنچ جاتے اور اگر کچھ احباب کے نہ پہنچنے کی وجہ سے وقت پر محفل کا آغاز نہ ہوپاتا تو وہ کسی قریبی مسجد میں چلے جاتے اور تلاوت میں مصروف ہوجاتے نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر آتے پھر بھی اگر مشاعرہ شروع نہ ہوا تو اپنا کلام مشاعرہ کے کسی ذمہ دار شخص کے حوالے کرکے چلے جاتے اور اکثر یہ طرحی مشاعروں یا کسی شاعر یا ادیب، کی کتاب کی رسم اجراء کے موقع پر ہوتا اور ان کا کلام کسی دوسرے صاحب سے پڑھوادیا جاتا، مجھ سے بھی کئی بار باقاعدہ فرمائش کرکے مرحوم یوسف روشؔ صاحب کا کلام پڑھوایا جاتا۔ یہ کوئی بناوٹی بات نہیں بلکہ حقیقت ہے، بہر حال وہ ایک پاک طینت انسان اور ملنسار شخص تھے۔ جب تک رہے اُردو شاعری اور آسمانِ اُردو ادب پر بدرِ کامل کی طرح چمکتے رہے۔

چونکہ موت برحق ہے، اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کل نفس ذائقۃ الموت، ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ہمیں بھی یہ فانی دنیا چھوڑ کر ایک دن ربِّ تعالیٰ کے حضور جانا ہے، المختصر خدا مغفرت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرحوم سید یوسف روشؔ میں، جن کے بچھڑنے کا ایک مدتِ طویلہ تک ملال رہے گا۔ ہم تمام کی لیل ونہار اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کے فرزندان اور ان کے برادرِ خورد جناب محمود سلیم صاحب، موظف اُردو اکیڈیمی اور ان کے بھتیجے وشاگردِ خاص سہیل عظیم و احباب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

ڈاکٹر نادؔر المسدوسی۔حیدرآباد

تعزیتی قطعہ

یوسف روشؔ جو قلب سے میرے قریب تھے
شعرا برادری میں وہ سب کے حبیب تھے
قرآں کے قاری بھی تھے وہ پابند شرع بھی
نادؔر کی شاعری کے بھی وہ اک طبیب تھے

چند تعزیتی اشعار

آزاد شاعروں میں قلندر روش بھی تھے
آزاد زندگانی کا پیکر روش بھی تھے
تاحال جس نے پڑھ لئے صدہا مشاعرے
دکن کے شاعروں میں منور روش بھی تھے
اٹھارہ چھپ چکی ہیں کتب جن کی آج تک
نایاب اس ادا کا سخنور روش بھی تھے
محفل میں جن کے آنے سے بڑھتی تھی تازگی
چلتا تھا یہ پتہ کہ یہاں پر روش بھی تھے
مخلص بھی تھے متین بھی، تھے یار باش بھی
اَسّی برس کی عمر میں خودسر روش بھی تھے
شہر سخن کا واقعی تھے شہریار وہ
سید بھی تھے شریف بھی شہ پر روش بھی تھے
محسوس ہو رہا ہے ہمیں جیسے بزم میں
نادؔر ہمارے دوست سخنور روش بھی تھے

قاری انیس احمد۔حیدرآباد

تعزیت یوسف روش

یوسف روشؔ کی یاد ہے دل میں بسی ہوئی
تنویر تھی سراپا محبت کی پیار کی

ہائے یہ مخلصین میں کیسی کمی ہوئی
پھیلی ہوئی تھی جن سے محبت کی روشنی

پیکر بنے ہوئے تھے وہ اخلاص و پیار کا
ہر تہنیت میں اُن کی تھی الفت رچی بسی

حسن عمل کا خلد سے مولیٰ دیا صلہ
آغوشِ خلد ان سے ہوئی پھر ہری بھری

جو مرحلہ تھا قبر کا آسان ہوگیا
نعتوں سے اُن کی پھیلی لحد میں جو روشنی

یوسف روش کا حوصلہ سب کو ملے خدا
ہے تیری بارگاہ میں اپنی دعا یہی

نادر کی بزمِ خاص میں آمد تھی بارہا
اب کیا ہے اُن کی یاد ہی باقی یہاں رہی

ہے التجا انیسؔ کی طاعت میں ہو بسر
جتنی بھی زندگی ہے ہماری رہی سہی

جہانگیر قیاس۔ حیدرآباد

شخص اور شخصیت یوسف روشؔ

جس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو، وہ کامیاب ہے آخرت میں مگر ایسا میرے دیکھنے میں بہت کم آیا، کیونکہ میں ایک پولیس آفیسر کی طرح ان کو پرکھنے کی بارہا کوشش کی مگر وہ میرے مخفی تفتیش میں کامیاب رہے۔

وہ ایم ٹیک کی سند رکھنے کے علاوہ علم عروض کے بھی جاننے والے تھے، اور ان کی طبیعت میں غنا تھا، خوش مزاج اور یار باش شخصیت کے مالک تھے۔ مہمان نوازی کے لیے ان کا دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہا رہتا تھا۔ چند خاص باتیں جو میں نے ان میں دیکھی ان کی ڈکشنری میں جھوٹ، مکاری، دھوکہ دہی، اور تھکاوٹ نام کی کوئی چیز نہیں وہ ہر کسی کو برتر اور خود کو کمتر سمجھتے تھے۔ ان کو کسی کی شکایت کرنا اور کسی کی شکایت سننا قطعاً پسند نہ تھا۔

میں نے ان کے شعور سے لاشعور تک میں جھانک کر دیکھا، کسی کا بغض ان کے دل میں نہیں تھا، اگر آپ ان کو کوئی کام حوالے کریں گے تو وہ کام مکمل ہونے تک پیٹھ (یعنی بیک) زمین کو نہیں لگاتے، کام مکمل کر کے ہی دم لیتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی میری دوران گفتگو نسوانیت پر شروع ہوگئی، گفتگو طویل ہوگئی بس یوں سمجھیے دو دماغوں کی جنگ، ان کا اپنا زندگی بھر کا تجربہ ماہرانہ شروع ہو گیا اور یہاں میرا اپنا پولیس کا دماغ مجرمانہ ذہنیت کی تجسس اور شک اور غلو کی تلاش میں، اصل میں دو منجھے ہوئے کھلاڑی اپنے اپنے مشاہدات کے گھوڑے دوڑاتے رہے، نہ وہ مغلوبیت چاہتے تھے اور نہ میں، ہوا یوں کہ وہ آخر کار برہم ہو کر ہوٹل سے اُٹھ کر چلے گئے۔ گھر جانے کے بعد ایک تحریر لکھ کر واٹس ایپ میسج کیئے ہیں، جو مضمون کے اختتام پر قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

محترم جہانگیر قیاس صاحب، 9.7.2020 جمعرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

دوبارہ معذرت خواہ ہوں کہ آج ۹/جولائی ۲۰۲۰ء جمعرات کو صبح ساڑھے سات بجے سوئز ہوٹل میں آپ کے پیش کردہ "سنہرے بیان" کے احساس نے ناقدری کرتے ہوئے "عورت کے فلسفے" کو اپنی کمزور عقل میں محصور نہ کر سکا۔

جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ گزارش ہے کہ براہ کرم میرے جاہلانہ رویئے کو نظرانداز فرماتے ہوئے عورت کی نفسیات، اُس کی عام خوبیاں اور خامیاں، اس کا مکر وفریب، اُس کی حکمت اور اُس کا منفرد فلسفہ چند چیدہ چیدہ جملوں میں بہ طور خلاصہ رقم کریں تو عنایت ہوگی۔ میرے نواسے کا واٹس اپ نمبر (9398776754) نام ہے سلمون احمد۔ براہ کرم واٹس اپ میں دیکھ لیجیے۔

ویسے شخصی ملاقات میں زبانی وضاحت کی بھی شاید ضرورت پیش آئے۔ دراصل آپ کی مختلف میدانوں

میں غیر معمولی صلاحیت، نا قابل فراموش ہے۔لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کا خاص طرز اظہار میری ناقص عقل میں جذب نہ ہوسکا،اس کی وجہ اوراس کا سبب ایک تو آپ کے بیان کی تیز رفتاری بھی ہے۔اور مختلف نکات کا بیک وقت اظہار بھی ہے جو میری گرفت میں نہ آسکا۔بہر حال آپ خاص شخصیت کے مالک ہیں اور خاص تجربے کے ماہر بھی۔

اللہ آپ کو مزید ترقی سے سرفراز فرمائے۔آمین ثم آمین۔خاکسار(یوسف روش)

اتنی بڑی شخصیت اور اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہیں، یہ ان کی سادہ دلی اور کسر نفسی ہے۔یہاں تو لوگ چھوٹے ہو کر بھی بڑوں کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے بلکہ ہٹ دھرمی پر اتر آتے ہیں۔

ان کی ایمانداری دیکھ کر میں نے کئی اسلامی نظریات کے تعلق سے دریافت کرنے کی کوشش کی انہوں نے کہا اگر آپ بات کو مخفی رکھ سکتے ہیں تو میں بیان کروں گا، ویسے آپ انسانوں کے رویوں کے تعلق سے بہتر جانتے ہیں، سنیئے میں جو مذہبی باتیں کرتا ہوں اس کو اپنے حد تک رکھیں کسی کو بتائیں نہیں، بتانے سے انتشار پیدا ہوگا۔

میری اپنی دوران ملازمت پی ایس میں درج شکایت کرانے آئے اکثر معروضہ پیش کرتے کہ فلاں امام، فلاں موذن، ہمارے اپنے مزاج کے نہیں ہیں، لہٰذا ان کو بدلنے کے لیے کمیٹی سے کہیں وغیرہ وغیرہ۔میں نے اکثر کہا کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔یہاں چمن میں ہر قسم کے پھول ہیں آپ کو اعتدال کے ساتھ ان کے ساتھ چلنا چاہیے، کونسلنگ کر کے مطمئن کر کے روانہ کر دیتا تھا۔

یہ پیچیدہ سوال میں نے یوسف روش صاحب کے سامنے رکھا تو یوسف روش صاحب نے جواب دیا، دیکھیے سب سے پہلے تو ان لوگوں میں ایسے لوگوں کا تقرر ہوتا ہے جو معاشی سماجی و دماغی سیاسی اعتبار سے نسبتاً قدرے کمزور ہوتے ہیں۔دوسرا مسئلہ ان کا ٹرانسفر نہیں ہوتا۔میں نے کہا یوسف بھائی ٹرانسفر؟ اس کی کیا ضرورت ہے۔تو انہوں نے کہا یہ اس لیے ضروری ہے کہ وہ لوگ کھل کر بات کر سکتے نہیں یہاں ہمیشہ تو انہیں رہنا نہیں ہے۔دوسری بات امامت کا وہ حقدار ہے جو قران و حدیث زیادہ جانتا ہو، اور جس کی معیشت مضبوط ہو اور جس کا دبدبہ محلے میں ہو، جو خوبرو ہو اور خوبصورت ہو جس کی آواز اچھی ہو یعنی لحنِ داؤدی ہو، جو طاقتور ہو اور جس کی بیوی نہیں بلکہ بیویاں ہوں۔

میں یہ باتیں کبھی کسی سے نہیں کیں، اور ہم دونوں نے قہقہہ لگایا۔

دوسری بات علم عروض کے تعلق سے میں نے دریافت کیا، جو انہوں نے کہا، ”علم عروض کے مطابق افاعیل (ارکان) پر مبنی ہوتا ہے، اور باطن شعر کا وہ تخیلاتی حصہ ہے جسے شعر کی جان کہا جاتا ہے، اور کہا شعر کے سانچے بدلے بھی جاتے ہیں اور قلم زد بھی کئے جاتے ہیں لیکن شعر کا باطنی جز شاعر کا اپنا ذاتی ہوتا ہے“۔اور اُنہوں نے کہا اگر آپ کو کسی شاعر پر تنقید کرنا ہو تو، اُس کے گھر جائیں مٹھائی پھول لے کر جائیں۔اور بڑے پیار سے سمجھائیں، مگر محفل میں قطعاً احتراز نہ کریں۔یہ کام خود یوسف روش کر بھی چکے ہیں۔ پہلے وہ عمل کرتے ہیں بعد میں دوسروں کو ترغیب کرتے ہیں۔ میں نے کہا اور کچھ فرمائیں، اُنہوں نے کہا ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے خوش نہیں ہے، آپ کو کسی کا احساس ہی نہیں ہے۔کیا جواب دو گے اللہ کے پاس۔انھوں نے کہا، نیکیاں

کمانا کمال نہیں ہے، کما کر سونیکیوں کو بچانا کمال ہے۔ دوسروں کوستانے کا انجام اپنے نیکیوں سے ادا کرنا ہوگا۔ خود گناہ کرے تو اللہ غفور رحیم ہے چاہے تو معاف کرے چاہے تو سزا دے۔ اُس کی اپنی مرضی ہے۔

میں نے پھر سوال کیا یوسف بھائی، ادبی محفل، شعری نشست میں کیا فرق ہے۔ شعری نشست شروع ہوتے ہی ادبی محفل والے فوراً وہاں سے نکل جاتے جانا اپنی شان سمجھتے ہیں۔

انہوں نے کہا اصل میں لوگوں میں احساس ختم ہوگیا ہے، اصل میں احساس سب سے بڑی دولت ہے، ایک انسان کے لئے، وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ویسے ایک قلم کار بہت زیادہ حساس ہوتا ہے۔

یوسف روشؔ صاحب کا دولت خانے کو کبھی قفل نہ ہوتا تھا، ہمیشہ کھلا رہتا جیسا کہ پولیس اسٹیشن کو بند نہیں کیا جاتا بالکل اسی طرح 24 گھنٹے وہ لوگوں کی خدمت میں رہتے، ادب کے کئی قلمکار اپاہج ہوگئے۔

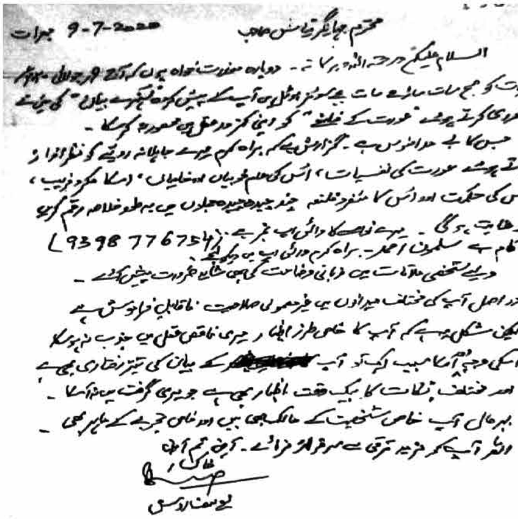
9-7-2020 جمعرات
محترم جہانگیر قیاس صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دوبارہ معذرت خواہ ہوں کہ آج 9 جولائی 2020ء
جمعرات کو صبح سات ساڑھے سات بجے [illegible] ہوٹل میں آپ کے پیش کردہ [illegible] بیان" کی [illegible]
[illegible] "عورت کے فلسفے" کو اپنی کم عقلی میں محصور کر سکا۔
جس کا بے حد افسوس ہے۔ گزارش ہے کہ براہ کرم میرے جاہلانہ رویّے کو نظر انداز
فرمائیے۔ پوشیدہ عورت کی نفسیات، اُس کی خوبیاں اور خامیاں، اُس کا مکر و فریب،
اُس کی حکمت اور اُس کا منفرد فلسفہ چند جید جید جملوں میں بہ طور خلاصہ رقم کریں
تو عنایت ہوگی۔ میرے نواسے کا واٹس اپ نمبر ہے (9398776754)
نام ہے سلمان احمد۔ براہ کرم واٹس اپ میں دیکھ لیجئے
ویسے شخصی ملاقات میں زبانی وضاحت کی بھی شاید ضرورت پیش آئے۔
دراصل آپ کی مختلف میدانوں میں غیر معمولی صلاحیت ناقابل فراموش ہے
لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کا خاص طرز اظہار میری ناقص عقل میں جذب نہ ہو سکا
اسکی وجہ [illegible] سبب ایک تو آپ [illegible] کے بیان کی تیز رفتاری بھی ہے
اور مختلف نکات کا بیک وقت اظہار بھی ہے جو میری گرفت میں نہ آسکا۔
بہرحال آپ خاص شخصیت کے مالک بھی ہیں اور خاص تجربے کے ماہر بھی۔
اللہ آپ کو مزید ترقی سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین
خاکسار
یوسف روشؔ

یہ شعر ان پر صادق آتا ہے:

نہ جانے کون سی دنیا میں جا کر کھو گیا کوئی
نہ میں اس کو خط لکھا نہ اس نے خط لکھا کوئی
بھٹکتے رہ گئے سارے پتنگے گھپ اندھیروں میں
کسی ملبہ کے نیچے دب گیا جلتا دیا کوئی

(نورالنساء نسرین)

یہ حضرت یوسف روشؔ صاحب مرحوم کا آخری قطعہ ہے:

ٹھہرو کچھ دیر، لحد میں نہ اُتارو مجھ کو
دید کرنا ہے کرو اب نہ پکارو مجھ کو
کرنا ہے ایصال ثواب آپ، جو یاد آؤں اگر
بھول جانا نہیں ہرگز کبھی یارو مجھ کو

یوسف روشؔ

بہت سی باتیں ہیں مضمون کی طوالت کہ وجہ سے اختصار سے کام لیا ہوں، اللہ مغفرت فرمائے، آمین۔

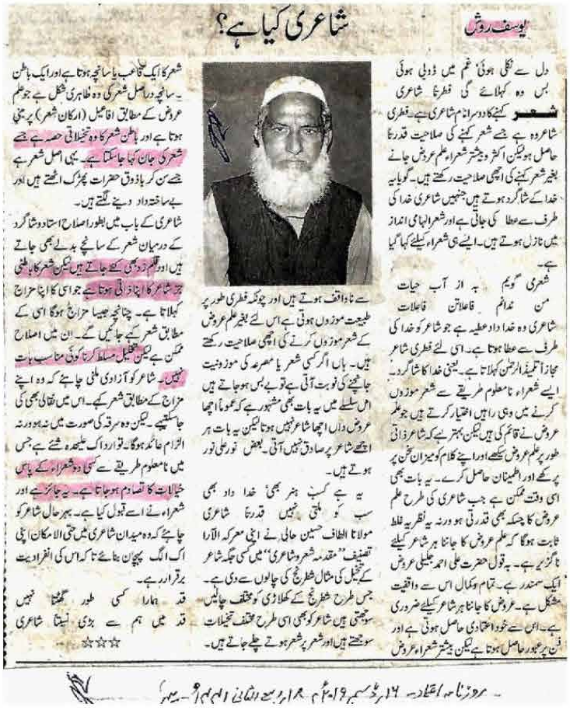
یوسف روشؔ
شاعری کیا ہے؟

دل سے نکلی ہوئی غم میں ڈوبی ہوئی
بس وہ کہلائے گی فطرتاً شاعری

شعر کہنے کا دوسرا نام شاعری ہے۔ فطری شاعر وہ ہے جسے شعر کہنے کی صلاحیت قدرتاً حاصل ہو لیکن اکثر و بیشتر شعراء علم عروض جانے بغیر شعر کہنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گویا یہ خدا کے شاگرد ہوتے ہیں جنہیں شاعری خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے اور شعر الہامی انداز میں نازل ہوتے ہیں۔ ایسے ہی شعراء کیلئے کہا گیا ہے۔

شعری گویم بہ از آب حیات
من ندانم فاعلاتن فاعلات

شاعری وہ خدا داد عطیہ ہے جو شاعر کو خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ اسی لئے فطری شاعر مجازاً تلمیذ الرحمٰن کہلاتا ہے۔ یعنی خدا کا شاگرد۔ ایسے شعراء نامعلوم طریقے سے شعر موزوں کرنے میں وہی راہیں اختیار کرتے ہیں جو علم عروض نے قائم کی ہیں لیکن بہتر ہے کہ شاعر ذاتی طور پر علم عروض سیکھے اور اپنے کلام کو میزان سخن پر پرکھے اور اطمینان حاصل کرے۔ یہ بات بھی اسی وقت ممکن ہے جب شاعری کی طرح علم عروض کا چسکہ بھی قدرتی ہو ورنہ یہ نظریہ غلط ثابت ہوگا کہ علم عروض کا جاننا ہر شاعر کیلئے ناگزیر ہے۔ بہ قول حضرت علی احمد جلیلی عروض ایک سمندر ہے۔ تمام و کمال اس سے واقفیت مشکل ہے۔ عروض کا جاننا ہر شاعر کیلئے ضروری ہے۔ اس سے خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے اور فن پر عبور حاصل ہوتا ہے لیکن بیشتر شعراء عروض سے ناواقف ہوتے ہیں اور چونکہ فطری طور پر طبیعت موزوں ہوتی ہے اس لئے بغیر علم عروض کے شعر موزوں کرنے کی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہاں اگر کسی شعر یا مصرعہ کی موزونیت جانچنے کی نوبت آتی ہے تو بے بس ہو جاتے ہیں اس سلسلے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ عموماً اچھا عروض داں اچھا شاعر نہیں ہوتا لیکن یہ بات ہر اچھے شاعر پر صادق نہیں آتی۔ بعض نور علی نور ہوتے ہیں۔

یہ ہے کسب ہنر بھی خدا داد بھی
سب کو ملتی نہیں قدرتاً شاعری

مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی معرکہ الآرا تصنیف "مقدمہ شعر و شاعری" میں کسی جگہ شاعر کے تخیل کی مثال شطرنج کی چالوں سے دی ہے۔ جس طرح شطرنج کے کھلاڑی کو مختلف چالیں سوجھتی ہیں شاعر کو بھی اسی طرح مختلف تخیلات سوجھتے ہیں اور شعر پر شعر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

شعر کا ایک قالب یا سانچہ ہوتا ہے اور ایک باطن۔ سانچہ دراصل شعر کی وہ ظاہری شکل ہے جو علم عروض کے مطابق افاعیل (ارکان شعر) پر مبنی ہوتا ہے اور باطن شعر کا وہ تخلیقاتی حصہ ہے جسے شعر کی جان کہا جاسکتا ہے۔ یہی اصل شعر ہے جسے سن کر باذوق حضرات پھڑک اٹھتے ہیں اور بے ساختہ داد دینے لگتے ہیں۔

شاعری کے باب میں بطور اصلاح استاد و شاگرد کے درمیان شعر کے سانچے بدلے بھی جاتے ہیں اور قلم زد بھی کئے جاتے ہیں لیکن شعر کا باطنی جز شاعر کا اپنا ذاتی ہوتا ہے جو اسی کا اپنا مزاج کہلاتا ہے۔ چنانچہ جیسا مزاج ہوگا اسی کے مطابق شعر کہے جائیں گے۔ ان میں اصلاح ممکن ہے لیکن تخیل مسلط کرنا کوئی مناسب بات نہیں۔ شاعر کو آزادی ملنی چاہئے کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق شعر کہے۔ اس میں نقالی بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن وہ سرقہ کی صورت میں نہ ہو ورنہ الزام عائد ہوگا۔ توارد اک علیحدہ شئے ہے جس میں نامعلوم طریقے سے کسی دو شعراء کے پاس خیالات کا تصادم ہو جاتا ہے۔ یہ جائز ہے اور شعراء نے اسے قبول کیا ہے۔ بہرحال شاعر کو چاہئے کہ وہ میدان شاعری میں حتی الامکان اپنی اک الگ پہچان بنائے تاکہ اس کی انفرادیت برقرار رہے۔

قد ہمارا کسی طور گھٹتا نہیں
قد میں ہم سے بڑی نسبتاً شاعری

☆☆☆

روزنامہ اعتماد ۱۶ ڈسمبر ۲۰۱۹ء م ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ پیر

☆☆☆

محمد نصر اللہ خان۔سینئر جرنلسٹ حیدرآباد

جناب سید یوسف روشؔ۔شعروادب کا روشن ستارہ

دنیا میں اِنسان اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اُسے اِس بات کا یقین بھی ہے کہ ایک دن دنیا سے کوچ کرجانا ہے۔ان انسانوں میں بعض کی زندگی ایسی ہوتی ہے کہ جب تک دنیا میں رہتے اُن کی فکرودانش میں یہ بات رہا کرتی کہ اپنے اخلاق وکردار اور بہتر روش سے لوگوں کے درمیان محبت، بھائی چارگی، رواداری، اخوت، ملنساری برقرار رکھنے کے لئے تعلیم اور تربیت کے ساتھ ان میں چھپی ہوئی صلاحیت ہے،ایسے افراد کا اچانک دنیا سے چلے جانا،معاشرہ ہی نہیں سماج میں افسردگی پیدا کرتا ہے۔ایسی شخصیات کی کہکشاں میں ایک نام نامور ادیب، قلمکار، ممتاز شاعر جناب سید یوسف روشؔ کا ہے۔ان سے میری پہلی ملاقات ادارہ سوغات نظر کے مشاعرے میں ہوئی جن کو دیکھا تو ایسا لگا کہ تعلیم یافتہ ہوں گے مگر اتنے تعلیم یافتہ نہیں جتنے مجھے بعد از مرگ پتہ چلا۔مزاج میں سادگی، انکساری، جھکاؤ ان کی تعلیم وتربیت کا پتہ دیتی تھی۔جب یہ علم ہوا کہ وہ انجینئر بھی تھے تو میں ششدر رہ گیا۔

کسی مشاعرہ کے تعارف اور شان میں جازبی اوراق پر خوشنما تحریر کے ساتھ ہیئتی قطعات کے ساتھ نتیجہ فکر یوسف لکھ دیا کرتے۔کبھی یہ نہیں چاہا کہ لوگ مجھے اس کا بدل دیں اس لئے یہ دیکھنے میں نہیں آیا کہ شعراء نے بھی اس کے جواب میں سید یوسف روشؔ کے فن اور شخصیت پر قطعات لکھ کر ورقہ تقسیم کیتے ہوں، رب العزت نے مرحوم کو کشادہ دل، فکر ونظر سے نوازا تھا اس لئے اِن میں ایک دوسرے کی عزت وتوقیر کرنے کا وصف موجزن تھا۔

ادیب، صحافی، قلم کار کی حیثیت سے اِن کی محنت برسوں پر محیط ہے۔اُنھوں نے شاعری کے میدان میں جستجو ومحنت کرتے ہوئے تجربات اخذ کئے اُسے نئی نسل تک پہنچانے کے لئے اپنا خون پسینہ دیا، اِن سے میری پہلی ملاقات جناب مومن خان شوق کے مکان ملے پلی میں ادارہ سوغات نظر کے مشاعرے میں ہوئی، ابتدائی دور میں مرحوم کا ذوق اور شوق، لگاؤ سر سنگیت کی طرف تھا جس پر اُنھیں بڑی دسترس بھی حاصل تھی اس لئے وہ نغمے، گیتوں میں دلچسپی لیا کرتے ،مگر یہ ذوق ان میں زیادہ دن نہیں رہا اور لکھنے لکھانے وشاعری کی طرف مائل ہوئے اور اس میدان میں اپنے آپ کو ایسا غرق کرلیا کہ مختلف موضوعات پر شاعری کرتے ہوئے 20 تصانیف منظر عام پر آئیں، اُنھوں نے حب الوطنی، رواداری، قومی یکجہتی، خلوص وپیار، خدمت خلق، سلکتے مائیل، لین دین، ساجی برائی، غرض کہ مختلف موضوعات

وپہلوں پرشاعری کی جو بچوں کا کھیل ہیں، اس سے اِن کی فکر ونظر، تجربات اور مطالعہ کا اندازہ ہوا کرتا ہے۔ شاعری پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ اُنھوں نے حمدیہ، نعتیہ، قطعات اور غزلیات لکھی جو دل کو چھو لینے والی ہے۔ شاعری دراصل دل گردہ والا کام ہے اُس کے عروض وفن کے کمال تک پہنچنے کے لئے یہ میدان بڑی محنتیں چاہتا ہے۔ شاعری کے اس فن کو جناب یوسف روش نے اپنے حد تک محدود نہ رکھا بلکہ اس کو دوسروں تک منتقل کرنے کے لئے سعی وجہد کی۔ شاعری کے قواعد وضوابط، عروض سے واقف کروایا۔ اپنے آپ کو متنازعات سے دور رکھا اس لئے جب کسی سے ملتے چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک سے ادب وخلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک باوقار شخصیت بن کر معاشرہ کی اصلاح اور اُردو زبان وادب کی خدمت کے لئے شب وروز لگادیتے، مرحوم سادگی پسند تھے، اس دور میں نئی اور تیز رفتار گاڑیاں چلانا اور اس پر بیٹھنا پسند نہیں کیا، جہاں کہیں جاتے سائیکل ہی پر ان کا آنا وجانا ہوا کرتا۔ تکنیکل فرد تھے اس لئے سائیکلنگ کے فوائد سے خوب واقف ہو کر شہر کی لمبے ہنگم ٹرافک کے درمیان اپنی راہ نکالتے ہوئے وقت مقررہ پر منزل کو پہنچ جانا اِن کا مقصد تھا۔ اس بات کا علم تھا کہ اس کے ذریعہ پروگرام میں وقت پر پہنچ سکوں گا، ہلمیٹ کے لزوم اور دن ورات پولیسوں کے چالانات سے بچ بھی پاسکوں گا اور اس بات کا خوب علم تھا کہ روزانہ سائیکل چلانے سے چاق وچوبند، پھرتی، صحت کی تندرستی، خون کی روانی، ٹریفک کی جھنجھٹ سے دوری ہوگی۔

عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم ٹیک کیا، آئی ڈی پی ایل میں سینئر پروڈکشن ایگزیکٹو کی حیثیت سے خدمات دیں اس اعتبار سے اُنھیں انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔

جناب یوسف روش کے گھرانے میں شاعری پر پرورش پائی۔ اِن کے بڑے بھائی جناب رؤف خلش جنہوں نے یہاں اور دیارِ غیر میں رہ کر شاعری کی۔ وہ بھی بڑے ملنسار اور کدورت سے پاک فرد تھے کسی سے بھی ملتے تو دل میں میل اور نہ ذرہ برابر بھی خلش محسوس کی جاتی جن میری ملاقات سعودی عرب میں ہوئی۔ شاعری کا رجحان ان دنوں تبدیل ہوا ہے اب لوگ عشقیہ شاعری کو ناپسند کررہے ہیں بلکہ کامیاب شاعر وہی ہے جن کی نظر حالات کے نبض پر ہو اور جو حالات کو دیکھے اُسے اشعار میں ڈھالنے کا ہنر اور اُس کی آواز مسحور کن ہو۔ اب تو سامعین اتنے زیادہ ہوشیار ہوچکے ہیں کہ ناظم مشاعرہ نے کسی شاعر کو آواز دینے سے قبل اُس کے تعارف میں لفظیات ہی لفظیات ادا کرتے ہوئے مائیک پر بلوایا وہ مائیک پر پہنچا اور غزل کا مطلع پڑھا تو اُسی وقت اس کی شاعری اور فن کا اندازہ لگالیا جارہا ہے، ایسے ماحول میں اگر شاعر کے ہاں گہرائی وگیرائی اپنے کلام میں نہ ہو تو وہ کامیاب شاعر نہیں کہلایا جاسکتا۔

اِن کی حیات میں کارناموں کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے تلنگانہ اُردو اکیڈمی نے اُنھیں کارنامہ حیات ایوارڈ سے نواز، طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ اُردو اکیڈمی کو ایوارڈ کے ساتھ رقم دینی تھی اُس تاریخ سے لے کر آج تک یہ ایوارڈ تقریب ہوئے ایک ماہ سے زائد ہو رہا ہے، اُس وقت اِن شعراء کے ہاتھوں میں جو چکس دیئے

حافظ وقاری ولی محمد زاہدؔ ہریانوی۔ بزمِ چراغِ ادب حیدرآباد

قلندر صفت معروف شاعر سید یوسف روشؔ پر کہا گیا ایک تعزیتی کلام

یوسف روش میں ایسی ادب کی تھی چاشنی
پُر کیف جس کے دم سے تھی یوسفؔ کی زندگی

اُردو ادب کو دیتے رہے تھے وہ روشنی
خائف تھی اُن کے نام سے گویا کہ تیرگی

کہتے غزل تھے نعت و قطعاتِ تہنیت
یوسف کو مل گئی تھی ادب کی وہ بیخودی

جس نے کئی ہزار پڑھے تھے مشاعرے
بالا رہے گی ان کی یقیناً سُخنوری

یوسفؔ روش تھے اپنی روش پر ہی گامزن
تسلیم کررہا ہے یہ ہر ایک آدمی

پابندِ شریعت تھے قلندر صفت تھے وہ
مخلص تھے اُن کی یہ روش سب کو پسند تھی

اپنے نبیؐ سے تھی جو محبت تبھی تو وہ
طیبہؐ میں دے کے آئے تھے جا کر بھی حاضری

میں جو دکن سے دور تھا دہلی میں اس لئے
رخصت کے وقت اُن کی زیارت نہ ہوسکی

زاہدؔ کی یہ دُعا ہے کہ فردوسِ بریں میں
اُن کو سکوں نصیب خدایا ہو دائمی

گئے جس میں جناب سید یوسف روش اور دوسرے ایوارڈ یافتگان بھی تھے یہ رقم ابھی تک ان ایوارڈ یافتگان کو نہیں ملی جس کے انتظاری میں جناب یوسف روش بھی۔ جو ایک بڑا المیہ کہا جاسکتا ہے۔ اِس انتظاری میں مرحوم کو یہ جملہ یاد بھی آیا ہوگا کہ ''ارے چھوڑو یار اس رقم کا، ہم مر گئے تو بھی نہیں آئی۔'' جناب روش اپنی شریفانہ روش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عارضی دنیا سے ابدی دنیا کی طرف چلے گئے اور جاتے جاتے بتا دیا کہ......نئی نسل تم بھی ہوشیار رہو، حکومت چاہے جھوٹے دعوے و وعدے کرتی ہے اور اس کا عمل بعینہٖ ندارد ہی ہوا کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا کہ...

روش ستارہ تھا جو چمک دے کے کھو گیا
تھا آسمان ادب کا وہ تاروں کو دھو گیا
وہ جا چکا اس کی کتابیں نظر میں ہیں
برسوں سے نیند آنکھوں میں تھی تھک کے سو گیا

ایک یادگار تصویر

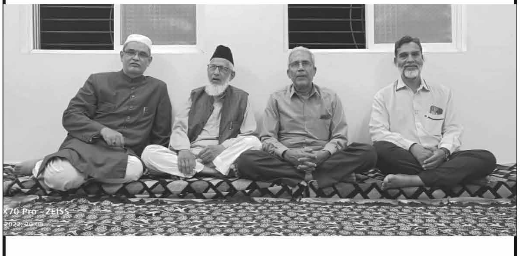

سمیع اللہ سمیع صاحب، یوسف روشؔ صاحب، ثناء اللہ وصفی صاحب اور جہانگیر قیاس صاحب

سید سہیل عظیم۔حیدرآباد

آپ جیسا کہاں سے لاؤں

تایا حضرت واستادِ سخن محترم سید یوسف روشؔ صاحب کی یاد میں

بتاریخ 14/جولائی 2023 بروز جمعہ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے میرے تایا زاد بہنوئی انعام صاحب نے میرے فلیٹ پہنچ کر انتہائی افسوسناک اطلاع دی کہ بھائی پاشاہ کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ سنتے ہی مجھے شاک لگا، آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ جب دیدار کے لئے پہنچا تو ان کا نورانی چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ آرام کر رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد بیدار ہوجائیں گے، لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ ہمیشہ کے لئے آرام کرنے کے لئے ان کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں وہ وقت کے بڑے پابند تھے، کبھی کبھی وقت بھی ان سے شرما جاتا تھا، میں کوئی کلام اصلاح کے لئے پیش کرتا تھا تو وہ دس منٹ میں اس کی اصلاح کر دیتے تھے اور فون پر کہتے تھے تمہارا کلام تیار ہوگیا آ کر لیجاؤ۔ کسی وجہ سے مجھے ان کے پاس پہنچنے میں دیر ہوجاتی تھی تو وہ خود میرے پاس آ کر کلام میرے حوالے کرتے تھے اور اس کی بحر سمجھاتے ہوئے مجھے کلام پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔ تقریباً سترہ سال پہلے جب میں نے انھیں پہلی غزل اصلاح کے لئے پیش کی تو انھوں نے پڑھ کر کہا تھا یہ غزل سوائے ایک مصرعہ کے بے وزن ہے میں اسے ٹھیک کر دیتا ہوں تم اپنی کوشش جاری رکھو۔ اگر وہ اس وقت میری حوصلہ افزائی نہیں کرتے تو آج میں محفلوں میں کلام نہیں سنا سکتا تھا بلکہ گمنامی میں رہتا تھا۔ ہمارے خاندان کی تیسری پیڑی بھی انھیں بھائی پاشاہ کہا کرتی تھی جس میں خاکسار بھی شامل تھا۔ وہ مجھے اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے غم کا زخم سوکھنے میں کافی عرصہ لگے گا۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئے ہیں بلکہ یہ خیال آتا کہ ان کا فون آئے گا اور یہ کہیں گے کہ ہم کو مشاعرہ کی دعوت آئی ہے جانا ہے۔ بلکہ یہ شعر ان پر صادق آتا ہے۔

ہم کو بلاوا آ گیا حکم خدا سے جب
اپنے بدن کا پنجرہ ہمیں چھوڑنا پڑا

الحمدللہ ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی سے میرے دو شعری مجموعے شائع ہوچکے ہیں یہ ان کا طفیل ہے اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ ان کی شاعری کے بارے میں لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔ ان کا ایک شعر مجھے پسند ہے وہ یہ ہے۔

نظر کے پھیر لینے سے نظارہ گم نہیں ہوتا
نظر کے پھیر لینے سے مگر دل ٹوٹ جاتا ہے

چند احباب جانتے ہیں کہ ہم شعراء برادری کی نشست صبح کے اوقات میں ہوٹل پر ہوا کرتی ہے۔ اب وہ نشست میں تایا حضرت کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے،

ان کی یاد میں شعراء برادری نے ''سید یوسف روش میموریل اکیڈمی'' قائم کی ہے، جس کے زیر اہتمام ماہانہ محفل منعقد کی جائے گی۔ تایا محترم کی ایک روش یہ تھی کہ وہ کوئی بھی مشاعرہ پڑھتے تو کسی تنظیم کی جانب سے ہوتا تھا اور اس کا نام اور کتنا ہدیہ ملتا تھا وہ بھی ریکارڈ میں درج کرلیا کرتے تھے۔ وہ ہوٹل میں چائے پینے سے قبل بل کاؤنٹر پر دے دیتے تھے۔ ہم کو کم خرچ کرنے کا بھی مشورہ دیتے تھے۔ ہم اگر بریانی کی پیشکش کرتے تو وہ کہتے تھے کھچڑی کھلا دو اور اگر کھچڑی کی پیشکش کرتے تو وہ صرف چائے پینے کے خواہشمند رہتے تھے۔ ان کی باتیں ان کی یادیں ہمیشہ آتی رہیں گی۔ آخر میں ایک شعر ان کی نذر کرتا ہوں۔

موت اُس کی ہے جس کا کرے زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ (آمین)

ڈاکٹر شمع ناسمین نازاں۔ پٹنہ بہار

نایاب کہیں جس کو وہ گوہر یوسف
اخلاص و مروت کے تھے پیکر یوسف
ملحوظ سدا رکھا قلم کی حرمت
اقلیم سخن کے تھے شناور یوسف

احباب کی محفل کے تھے زینت یوسف
سرشار مے زہد وطریقت یوسف
پاکیزہ روش، صاحب دل، ماہر فن
صد حیف جہاں سے ہوئے رخصت یوسف

یوسف روشؔ۔ حیدرآباد

غزل

یہ جو قانون زمانے کا ہے کیا دیتا ہے
جس کو دینا ہے جزا اس کو سزا دیتا ہے

کون تاریکی کا احساس دلا دیتا ہے
لکھنے والے کے قلم کو جو ضیا دیتا ہے

روز مانگو کہ نہ مانگو مگر اتنا طے ہے
جتنا دینا ہے جسے روز خدا دیتا ہے

وہی کنبہ جو مرے ساتھ ہے لیکن مجھے کو
موت آتی ہے تو مٹی میں ملادیتا ہے

اپنی عادت سے ہے مجبور وہ خود سر بونا
یا درکھنا ہے جسے اس کو بھلا دیتا ہے

حوصلہ غم کے اندھیروں میں غنیمت ہے بہت
حوصلہ غم کے اندھیروں کو مٹادیتا ہے

جل اٹھی جس کے طفیل آج مری شمعِ سخن
اس کو ہر روز روشؔ دل سے دعا دیتا ہے

☆☆☆

علی بابا درپن۔حیدرآباد

کلامِ تعزیت یوسف روش

''شاعراعلیٰ روش''یوسف روش

سر تا پا سادگی کا یہ پیکر روش بھی تھے
احباب کی نگاہوں میں برتر روش بھی تھے

اتنا خلوص اتنی لگن اردو ادب سے
کچھ لوگ اور بھی ہیں یہاں پر روش بھی تھے

جلسہ ہے تعزیت بھی ہے اس پر مشاعرہ
علم وادب کی شان ہے اس پر روش بھی تھے

ہوتہنیت یا تعزیت تیار دل سے تھے
استاد سمیع ہی نہیں مسٹر روش بھی تھے

یوسف نے کب مشاعرے کتنے کہاں پڑھے
ان سب کا کچھ حساب بھی گن کر روش بھی تھے

یہ برتری تو ہونی ہے ہونا بھی چاہیے
خود کام کہہ رہا ہے کہ برتر روش بھی تھے

☆☆☆

حلیم بابر۔محبوب نگر

تعزیتی قطعہ

شریعت آشنا تم تھے، طریقت کی رِدا تم تھے
محبت کی فضا تم تھے، شرافت کی عطا تم تھے

تمہارے ساتھ گذرے دن بہت ہم کو ستاتے ہیں
خلوص ودرد واُلفت کا حسین اک سلسلہ تم تھے

حسین چہرہ، ادا خوشتر بہت ہی دلنشیں قامت
مکمل شخصیت دلکش بڑے ہی دل رُبا تم تھے

نبی کے سچے ہیرو تھے یہ دولت تھی تمھیں حاصل
ہمیشہ ہم نے دیکھا ہے طلبگارِ دعا تم تھے

نکل پڑتے تھے بارش میں نہیں تھی دھوپ کی پرواہ
بڑے ہی عزم کے مالک، ہمارے رہنما تم تھے

نبی کا چاہنے والا ولی سے کم نہیں ہوتا
نبی کے سچے عاشق تھے فدای باخدا تم تھے

☆☆☆

ظہور ظہیر آبادی۔حیدرآباد

بڑے پیارے یوسف روش تھے ہمارے
بہت سیدھے یوسف روش تھے ہمارے
محبت خلوص اور وفا کا تھے پیکر
فرشتے سے یوسف روش تھے ہمارے

شاهد عدیلی۔حیدرآباد

اخلاص وانکسار کا پیکر چلا گیا
دنیا سے ایک اور قلندر چلا گیا
یوسف روش کی یاد تو آئے گی عمر بھر
بے مثل و با کمال سخنور چلا گیا

7 Monday, 17, July, 2023

مرحوم یوسف روشؔ نام کی طرح کردار کے بھی یوسف تھے

بزم سرور کونینؐ کا پہلا تعزیتی جلسہ‘ مولانا حسامی، قاضی سراج رضوی، ڈاکٹر ناقد و دیگر کے خطابات

حیدرآباد 16 جولائی (راست) بانی و معتمد بزم سرور کونینؐ جناب محی الدین حسن المعروف تشکیل انور رزاقی کے بموجب ممتاز مخلص شاعر جناب سید یوسف روشؔ کے انتقال پر پہلا تعزیتی جلسہ کامل ہال، حسامیہ نونہال ہائی اسکول، یاقوت پورہ میں منعقد ہوا۔ معتمد سراج العلماء اکیڈیمی مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے جلسے کی صدارت کی۔ تعزیتی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا حسامی نے سید یوسف روشؔ کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ انسان کے گذر جانے کے بعد اس کے حسانات کو یاد کرنا یہ مرحوم کے نیک ہونے کی علامت ہے چنانچہ سید یوسف روشؔ کے انتقال کے دوسرے دن سے ہی تعزیتی جلسوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ مرحوم کے نیک ہونے کی اور اخلاق حسنہ کی دلیل ہے۔ مولانا حسامی نے گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جناب روشؔ کا اچانک انتقال اُن سے محبت و عقیدت رکھنے والے بلخصوص ان کے شاگردوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ مولانا حسامی نے کہا کہ مرحوم یوسف روشؔ ہر دل عزیز شاعر تھے وہ نام کی طرح کردار کے بھی یوسف تھے۔ قاضی سراج الدین رضوی صدر مظہر ملت اکیڈیمی نے مرحوم یوسف روشؔ کے ساتھ اپنے چالس سال پُرانے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ نماز با جماعت پابندی سے ادا کرتے تھے۔ کسی سے اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ بڑی سادگی پسند تھے۔ جناب نورالدین امیر، محمد ثناء اللہ انصاری وصفی، جناب شیخ اسماعیل صابر، جناب سید حامد رضوی، سید سہیل عظیم، میر مقبول علی مقبول اور ڈاکٹر ناقد رزاقی نے اپنے تعزیتی بیان میں سید یوسف روشؔ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم دل کے بڑے پاک اور صاف تھے۔ جب بھی موقع ملتا قرآن پاک کی تلاوت ضرور کرتے تھے۔ جس مشاعرے میں شرکت کرتے محفل کی عظمت اور زینت بن جاتے تھے۔ وہ کبھی بھی متضاد شخصیت نہیں بنے۔ کسی کی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی غیبت سے روکتے تھے۔ ہر محفل میں وقت کی پابندی کرتے تھے وعدے کے پکے اور دل کے سچے تھے۔ اور کہا کہ وہ بہت سالوں تک اپنے اخلاق کی وجہہ سے یاد کئے جائیں گے۔ جناب نورالدین امیر نے بڑے دُکھ کے ساتھ تعزیتی کلام سنایا اور کہا کہ جو ہم سب کو تہنیت پیش کرتا تھا آج ہم اس کو تعزیت پیش کر رہے ہیں۔ آخر میں مولانا حسامی نے جناب طالب رزاقیؔ کی برسی کے موقع پر اُن کے لئے مغفرت کی دُعا کی اور سید یوسف روشؔ مرحوم کے ساتھ دیگر مرحومین شعراء، جناب انجم شافعی، باقر تحسین، مسرور عابدی، سلیم عابدی، میر عظمت علی عظمت و دیگر کے لئے دُعا مغفرت کی۔ رات دیر گئے جلسے کا اختتام عمل میں آیا۔

سید یوسف روشؔ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

مظہر ملت اکیڈیمی کے زیر اہتمام تعزیتی جلسہ۔ علماء، ادیب، صحافی اور شعراء کا زبردست خراج عقیدت

حیدرآباد 22 / جولائی (راست) صدر مظہر ملت اکیڈیمی قاضی محمد سراج الدین رضوی کے بموجب استاذ شاعر سید یوسف روشؔ کی رحلت پر مظہر ملت اکیڈیمی کے زیر اہتمام تعزیتی جلسہ اور نعتیہ مشاعرہ اردو گھر، مغلپورہ، حیدرآباد میں منعقد ہوا۔ معتمد سراج العلماء اکیڈیمی مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور نعتیہ مشاعرے کی نگرانی جناب ڈاکٹر فاروق شکیل نے کی۔ فرزندان سید یوسف روشؔ جناب سید اُویس، سید ادریس، سید جلیس نے مہمانان اعزازی کے طور پر شرکت کی۔ قاری انیس احمد قادری انیس کی قرأت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے مرحوم سید یوسف روشؔ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یوسف روشؔ مخلص بھی تھے اور مخلص بھی تھے، شاعر بھی تھے قلندر بھی تھے۔ طبیعت کے سیدھے تھے تو رہن سہن کے سادے تھے۔ اخلاق کے نمونہ تھے تو ملنساری کے پیمانہ تھے۔ وعدے کے پابند تھے اور بات کے پکے تھے۔ پنج وقتہ نمازی بھی تھے اور قاری القرآن بھی تھے۔ بڑوں کا ادب کرنے والے اور چھوٹوں پر شفقت کرنے والے تھے۔ عصری تعلیم میں وہ ماہر تھے تو فن شاعری میں وہ استاذ تھے۔ آج وہ صاحب تعزیت ہیں لیکن زندگی بھر وہ صاحب تہنیت تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ کنوینر جلسہ جناب قاضی سراج الدین رضوی نے گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے تعزیتی بیان میں کہا کہ جناب یوسف روشؔ کا نعم البدل ملنا بہت مشکل ہے۔ وہ ہر فن مولا شخصیت تھے۔ اپنے اخلاق سے وہ ہر ایک کے دل میں جگہ بنا لیتے تھے۔ شعراء کرام ان کے اخلاق و کردار سے بہت متاثر تھے۔ کبھی کس کو بڑا بول نہیں بولتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ملنساری اور عفو و درگزر سے پیش آتے تھے۔ ڈاکٹر م۔ ق۔ سلیم نے تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم یوسف روشؔ عظیم شاعر کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ چنانچہ 1981ء سے لے کر 2019ء تک اُنہوں نے تقریباً 18 کتابیں تصنیف فرمائی۔ مرحوم یوسف روشؔ کی یہ روش مجھے بہت پسند تھی کہ وہ کوئی بات زبان سے نکلتے ہی اپنے ذہن و دل میں قید کر لیتے تھے۔ تاریخی تہنیتی یا تعزیتی قطعہ لکھنے کو کہا جاتا تو وہ کبھی انکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بغیر کہے بھی وہ قطعات لکھ کر صاحب تہنیت کو صمیم قلب کے ساتھ عمدہ فریم بنا کر پیش کرتے تھے۔ سینئر صحافی جناب نصر اللہ خان نے کہا کہ بہت ساری نیک صفات کے مجموعہ کا نام یوسف روشؔ تھا۔ ان کا شعری کلام عام فہم اور پر معنی ہوتا تھا۔ جناب ثناء اللہ انصاری وصفی نے کہا کہ اب آنکھیں ایسی شخصیت کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں۔ وہ شاعری میں میرے استاذ محترم تھے۔ ہر موقع پر میرے کلام کی بہترین اصلاح فرماتے تھے۔ جناب میر لیاقت علی ہاشمی نے کہا کہ مرحوم یوسف روشؔ میرے پڑوسی بھی تھے۔ روزانہ ملاقاتیں ہوتی تھی۔ ہر وقت خوش دلی سے ملاقات کرتے تھے۔ جناب فریدالدین صادق نے کہا کہ یہ میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے کہ مرحوم سید یوسف روشؔ نے میرے لئے سب سے زیادہ تہنیتی کلام لکھا ہے۔ چنانچہ تقریباً بارہ سے زیادہ تہنیت انہوں نے مجھے عنایت فرمائی۔ جناب نورالدین امیر، سید عبدالشکور شاداب اور ثناء اللہ انصاری وصفی نے بہت دُکھ کے ساتھ تعزیتی کلام سنایا۔ اس موقع پر ڈاکٹر مولانا محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلیؔ نے اعلان کیا ہیکہ اُن کا آئندہ ماہ اگست میں شائع ہونے والا شمارہ انشاء اللہ تعالیٰ یوسف روشؔ نمبر کے نام سے شائع ہوگا۔ لہٰذا تمام دوست احباب سے ادباً گذارش ہے کہ وہ تعزیتی تحریر یا کلام دفتر صدائے شبلیؔ، دبیر پورہ پرانی حویلی میں یا مسعودی ہاؤز مغلپورہ میں یا حسامیہ نونہال ہائی اسکول، یاقوت پورہ میں جمع کروا سکتے ہیں۔ نعتیہ مشاعرے میں ڈاکٹر طیب پاشاہ قادری اور ثناء اللہ انصاری وصفی نے مہمانان خصوصی کے طور پر شرکت کی۔ قاری محمد انیس احمد قادری انیس، سید سہیل عظیم، سید جلیس، جہانگیر قیاس، قاضی عظمت اللہ جعفری، محمد عبدالقیوم علیم، ڈاکٹر فریدالدین صادق، نورالدین امیر، محمد سلیم الہامی، خلش حیدرآبادی، محمد منیرالدین الطہر کے علاوہ کمسن ثناء خوان رسولؐ سید مستقیم اور سید انس نے نعتیہ کلام سنایا۔ سید سہیل عظیم نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ کنوینر جلسہ قاضی محمد سراج الدین رضوی نے تمام حاضرین محفل کا شکریہ ادا کیا۔ رات دیر گئے مولانا حسامی کی دُعائے مغفرت پر کامیابی کے ساتھ جلسے کا اختتام عمل میں آیا۔

’’اقبال اور دبستان شبلی‘‘
خصوصی مطالعہ

ماہنامہ صدائے شبلی میں ہر ماہ ادارے کی طرف سے کتاب پر تبصرہ کیا جائے گا،اس لئے مصنفین ،مولفین اور مرتبین سے گزارش ہے کہ وہ تبصرے کے لئے دو عدد کتابیں ضرور ارسال کریں۔(ادارہ)

مبصر: **اسامہ ارشاد معروفی قاسمی**۔پورہ معروف کرتھی جعفر پور،مئو(یوپی)

علامہ اقبال کو دینیات، تصوف، مشرقی و مغربی فلسفہ اور انسانیت کے مقدر کو سمجھنے اور اس کی وضاحت کرنے کے لیے فارسی و اردو شاعری کے رمزیہ اور نازک انداز کو استعمال کرنے میں اپنے ہم عصر مسلمان فلسفیوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔وہ حساس دل و دماغ کے مالک تھے،انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کرنے کا احساس دلایا،ان کی شاعری زندہ شاعری ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ کلام اقبال دنیا کے ہر حصے میں پڑھا جاتا ہے،ان کی کئی کتابوں کے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، جاپانی اور دوسری زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ علامہ اقبال زمانہ شناس اور عہد ساز شاعر تھے،انھوں نے مشرق و مغرب کے سیاسی، تہذیبی، معاشرتی اور روحانی حالات کا گہرا مشاہدہ اور مطالعہ کیا اور مشرق کو اس کی بدحالی اور خاص طور پر مسلمانان ہند کو ان کی کمزوریوں اور خامیوں سے خبردار کرتے ہوئے اپنی شاعری کے ذریعہ بالخصوص نوجوانوں کو علم و عمل کی ترغیب دی۔

علامہ شبلی نعمانی اور علامہ اقبال کے درمیان گہرے مراسم تھے، اقبال، شبلی کے متاثرین و منتسبین میں سے تھے انھوں نے شبلی اور تصانیف شبلی سے خوب استفادہ کیا اور شبلی کو اپنا استاد بھی مانتے رہے یہاں تک کہ علامہ اقبال کی پہلی کتاب ’’علم الاقتصاد‘‘ کی اصلاح بھی علامہ شبلی نے کی تھی۔تصانیف شبلی کی عظمت کا اعتراف اقبال کے دل میں بے انتہا تھا۔بطور خاص ’’شعر العجم‘‘ کے حوالے سے شبلی کی ناقدانہ بصیرت سے بیحد متاثر تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب ظہور الدین مہجور نے کشمیر کے شعرائے فارسی کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ایک خط میں علامہ اقبال سے اس کا ذکر کیا تو اقبال نے مشورہ دیا کہ یہ تذکرہ ضرور لکھیے ؛مگر حروف تہجی کے اعتبار سے نہ لکھیے ؛ بلکہ ’’شعر العجم‘‘ کی طرح شعرائے فارسی کی شاعری کا ناقدانہ جائزہ ہونا چاہیے۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی اقبال و شبلی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ’’شبلی و اقبال کی شخصیت کی نشو و نما اور تعلیم و تربیت میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے، ذوق و مزاج اور فکر و خیال میں بھی بڑی ہم آہنگی ہے۔ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے چونکہ دونوں کا مقصد حیات ایک اور غور و فکر کا طرز و اسلوب بھی ایک تھا اور علامہ اقبال نے انہی قدروں کو ترقی دی جو دل شبلی کی آرزو تھیں۔ اس لیے محققین اور اہل قلم نے اقبال کو پیروئے شبلی قرار دیا اور بلاشبہ شبلی کے افکار و نظریات کی مکمل عکاسی کلام اقبال سے ظاہر ہوتی ہے۔‘‘(ص:۲۰)

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کی کتاب ’’اقبال اور

دبستان شبلی'' یقیناً اقبال وشبلی اور دبستان شبلی کے حوالے سے
بہت ہی معلوماتی، منفرد اور تفصیل و جامعیت کے اعتبار سے
پہلی کتاب ہے، جس کے مطالعہ سے شبلی اور دبستان شبلی کی
دیگر اہم شخصیات سے اقبال کے تعلقات کی عظمتیں بھی ظاہر
ہوتی ہیں اور نوعیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مزید اقبال وشبلی کے
حوالے سے بہت سے راز ہائے سربستہ کا بھی علم ہوتا ہے۔
الغرض دبستان شبلی کے افراد نے جس نوع سے بھی اقبالیات
سے شغف رکھا اور جو کوششیں اور کاوشیں کیں ان کی ایک
ایک تفصیل اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر
گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ کتاب صرف دبستان شبلی ہی
کی اقبالیاتی کاوشوں کے ذکر پر مشتمل نہیں ہے؛ بلکہ اس کے
جلو میں اقبالیاتی ادب کی بعض دیگر کاوشوں کا بھی ذکر آ گیا
ہے۔ نیز اس کتاب کی دوسری خوبی اور جاذبیت یہ ہے کہ
جب ہم اس کے آخری سرے پر پہنچتے ہیں تو ہمیں علامہ اقبال
دبستان شبلی ہی کے ایک فرد معلوم ہونے لگتے ہیں اور مطالعہ
کے دوران نظروں کے سامنے ایک تصوراتی دنیا قائم ہو جاتی
ہے، جیسے کہ اقبال وشبلی اور دیگر احباب ایک ساتھ بیٹھے کسی
موضوع پر تبادلۂ خیال کر رہے ہوں یہ واقعی اس کتاب کی
بڑی خوبی ہے۔ کتاب میں سبھی مضامین کے آخر میں حوالہ بھی
درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

''اقبال اور دبستان شبلی'' میں ڈاکٹر محمد الیاس
الاعظمی نے علامہ شبلیؒ کے علاوہ دبستان شبلی کی جن عبقری
شخصیات سے علامہ اقبال کے تعلقات اور عقیدت و محبت کی
تحقیقی و تفصیلی داستان قلم بند کی ہے، ان میں مولانا سید
سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، اقبال سہیل، مولانا
عبدالماجد دریابادی، شاہ معین الدین احمد ندوی، سید صباح
الدین عبدالرحمٰن اور یحییٰ اعظمی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے
علاوہ ایک مضمون ''اقبال اور دارالمصنفین'' کے عنوان سے
بھی ہے جس میں دارالمصنفین اور اس کے منتظمین سے اقبال
کے تعلقات، آپسی مشاورت، ادارہ سے دلچسپی اور علامہ کی
رکنیت کے احوال بیان کیے گئے ہیں مثلاً ایک اقتباس دیکھئے:

> ''علامہ اقبال دارالمصنفین کی پہلی مجلس انتظامیہ کے
> رکن نامزد ہوئے اور پھر تا حیات اس پر فائز رہے۔
> انھوں نے متعدد ایسے مشورے دیے جن سے
> دارالمصنفین کے وقار میں اضافہ ہوا، مثلاً تاریخ فقہ
> اسلامی اور حکمائے اسلام جیسی اہم کتابیں انھیں کے
> مشورہ سے دارالمصنفین میں لکھی اور شائع کی گئیں۔
> اسی طرح ۱۹۲۲ء میں سید صاحب نے خلافت سے
> متعلق مضامین لکھے اور علامہ اقبال نے انھیں کتابی
> صورت میں شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ (۲) مگر یہ
> مضامین کتابی صورت میں شائع نہ ہو سکے۔'' (ص:۴۴)

اسی طرح کتاب کے آخری حصہ میں ''اقبال اور
ماہنامہ معارف'' کے عنوان سے اقبال اور ''معارف'' کے
مدیران سے خصوصی لگاؤ، معارف سے اقبال کی دلچسپی، علامہ
کے دل میں معارف کی اہمیت و افادیت اور اس میں تبصرے
و تقریظات کی اشاعت کے حوالے سے بڑی دلچسپ گفتگو کی
گئی ہے۔ اس کا پہلا پیراگراف دیکھئے جس میں ڈاکٹر الیاس
الاعظمی لکھتے ہیں:

> ''علامہ شبلی دارالمصنفین سے ایک علمی رسالہ جاری
> کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس کا نام ''معارف''
> بھی وہ تجویز کر چکے تھے۔ اس کا خاکہ بھی وہ بنا گئے
> تھے۔ جس میں اس کے مقاصد اور خصوصیات کی

تفصیل بھی شامل ہے۔ ان کی وفات کے بعد جولائی ۱۹۱۶ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے استاذ کی خواہش کی تکمیل میں یہ رسالہ جاری کیا تو علامہ اقبال نے اس سے پوری دلچسپی لی۔ اس کا مطالعہ بھی وہ بڑی دلچسپی سے کیا کرتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ان کے خطوط سے اس کی تفصیلات کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ایک خط میں معارف کے متعلق لکھا ہے کہ: ''یہی تو ایک رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حرارت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے۔'' (۱) اسی طرح ایک اور خط میں لکھا ہے کہ معارف مجھے خاص طور پر محبوب ہے۔ (۲) معارف اور اس کے فاضل مدیروں نے اقبال اور اقبالیات کو ہمیشہ اہمیت دی۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ مطالعہ اقبال کا آغاز صحیح معنوں میں ماہنامہ معارف ہی سے ہوا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے کسی شخص کے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ ''معارف کو ڈاکٹر اقبال کی خدمت میں ہمیشہ سے نیاز حاصل تھا اور ہے، شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ بانگ درا کی اشاعت کے لیے جہاں اور ہزاروں شایقین کی فرمائشیں ہوں گی وہاں ایڈیٹر معارف کی تحریک کو بھی دخل ہے، اسرار خودی کے انگریزی ترجمہ پر انگریزی میں جس قدر تقریظیں نکلیں وہ معارف ہی کی بدولت اردو میں پھیلیں۔'' (صفحہ ۱۷۹)

اقبال شناسی میں جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴-۱۹۵۳ء) کا حصہ بہت اہم ہے۔ خط و کتابت کا سلسلہ علامہ شبلی کی وفات ۱۹۱۴ء کے بعد قائم ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کے فضل و کمال کے بھی بڑے معترف و مداح تھے۔ ماہنامہ معارف کے شذرات میں سید صاحب نے اقبال کا ذکر ان کی زندگی ہی میں متعدد بار کیا۔ رموز بے خودی کا تعارف و تجزیہ سب سے پہلے انھیں کے قلم سے نکلا۔ نادر شاہ کی دعوت پر تعلیمی اصلاحات کے لئے دونوں افغانستان کے سفر پر ساتھ گئے، سر راس مسعود بھی اس وفد کے ایک رکن تھے۔ ڈاکٹر الیاس الاعظمی مولانا سید سلیمان ندوی اور علامہ اقبال کے تعلقات اور ان کی عقیدت و محبت کے حوالے سے ''دیباچہ'' میں رقم طراز ہیں:

> علامہ شبلی نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی اور ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی ہوئے تو علامہ اقبال کے ان سے بھی محبت آمیز تعلقات استوار ہوئے جو آخر دم تک قائم رہے۔
>
> ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال نے اس جہان فانی سے رخت سفر باندھا تو سید سلیمان نے ان کا ایسا ماتم کیا کہ شاید ہی کسی اور نے ان کا ایسا ماتم کیا ہوگا۔
>
> ان کے ایک دوسرے سے گہرے مراسم کی داستان ان کی خط و کتابت سے بھی ظاہر ہوتی ہے اسی بنا پر دونوں کے تعلقات کے ذکر کے ساتھ ان خطوط کو بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے جو علامہ اقبال نے مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھے تھے اور جو اقبال نامہ میں شامل ہیں، اشاعت کے وقت ان خطوط پر مولانا سید سلیمان ندوی نے چند حواشی لکھے تھے انھیں بھی جوں کا توں شامل کیا گیا ہے۔ ان سے نہ صرف سید صاحب بلکہ دبستان شبلی سے علامہ اقبال کی گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔'' (ص ۷-۸)

سید یوسف روشؔ زندہ دل شاعر

سید یوسف روشؔ میموریل اکیڈیمی کا قیام۔ادب اجلاس ونعتیہ مشاعرہ کا انعقاد

حیدرآباد 10/اگست (راست) سید سہیل عظیم کی اطلاع کے بموجب شاعر مخلص و زندہ دل جناب سید یوسف روشؔ کی یاد میں سید یوسف روش میموریل اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔اس موقع پر کامل

ہال، یاقوت پورہ میں ادب اجلاس ونعتیہ مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا۔ڈاکٹر فاروق شکیل نے جلسہ کی سرپرستی کی اور مولانا سراج مدنی سہرودی نے صدارت کی۔سرپرست اکیڈیمی جناب ڈاکٹر فاروق شکیل، صدر اکیڈیمی جناب سراج مدنی سہرودی، نائب صدر ڈاکٹر فرید الدین صادق، معتمد عموی سید سہیل عظیم، خازن ثناء اللہ انصاری وصفی، رکن جناب جہانگیر قیاس اور میر لیاقت علی ہاشمی نے سید یوسف روشؔ کی ادبی وشعری خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ جناب روش کا نعم البدل ملنا مشکل ہے۔وہ اپنے اخلاق سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لیتے تھے۔اور اپنے اوپر کسی کا احسان نہیں رکھتے تھے بلکہ بہت جلد حسن سلوک فرما دیتے تھے۔مرحوم اچھے اخلاق کی وجہ سے محفلوں میں ممتاز مقام حاصل کر لیتے تھے۔وہ بہت ملنسار اور زندہ دل شاعر تھے۔معتمد سراج العلماء اکیڈمی مولانا محمد زعیم الدین حسامی نے کہا کہ جناب روشؔ کی یاد میں سید یوسف روشؔ میموریل اکیڈیمی کا قیام عمل میں لایا گیا یہ خوش عین بات ہے۔اور یہ ان کی شعری خدمات کو بھرپور خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔مولانا حسامی نے اُمید ظاہر کی ہیکہ استاد شاعر جناب ڈاکٹر فاروق شکیل صاحب کی سرپرستی میں اور جناب محترم سراج الدین مدنی سہرودی صاحب کی صدارت میں انشاء اللہ یہ اکیڈیمی اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہوئے دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں گی۔مولانا حسامی نے تمام معزز اراکین اور مرحوم یوسف روشؔ کے بھتیجے اور شاگرد خاص جناب سید سہیل عظیم کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کی۔نعتیہ مشاعرے میں ڈاکٹر فاروق شکیل، جناب سراج مدنی سہرودی، سید سہیل عظیم، ثناء اللہ انصاری وصفی، جناب جہانگیر قیاس، خلش حیدرآبادی، جناب سردار سلیم، وحید پاشاہ قادری، سراج یعقوبی، خلیل قادری و دیگر نے نعتیہ کلام سنایا۔سید سہیل عظیم نے جلسہ اور مشاعرے کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

اس کتاب میں سید سلیمان ندوی کے نام علامہ اقبال کے ۷۰ر خطوط شامل ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں، جن کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ شبلی کے بعد اقبال کے دل میں سید سلیمان ندوی کی علمی عظمت کس قدر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کس قدر سید صاحب سے استفادہ کرنا چاہتے تھے؛ بلکہ ایک خط میں تو علامہ اقبال نے سید صاحب کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ ''مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ استاد الکل ہیں، اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا۔'' یہاں پر اقبال کا ایک خط نمونہ کے طور پر دیکھئے جس سے استفادے کی نوعیت اور اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوگا:

لاہور۔۱۵ر جنوری ۱۹۳۴ء

مخدومی! السلام علیکم

''دنیا اس وقت عجیب کشمکش میں ہے، جمہوریت فنا ہو رہی ہے اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ قائم ہو رہی ہے، جرمنی میں مادی قوت کی پرستش کی تعلیم دی جا رہی ہے، سرمایہ داری کے خلاف پھر ایک جہاد عظیم ہو رہا ہے، تہذیب و تمدن [بالخصوص یورپ میں] بھی حالت نزع میں ہے، غرض کہ نظام عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے، ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام اس جدید تشکیل کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے، اس مبحث پر اپنے خیالات سے مستفیض فرمایئے اور اگر کوئی ایسی کتابیں ہوں جن کا مطالعہ اس ضمن میں مفید ہو تو ان کے ناموں سے آگاہ فرمایئے۔'' (صفحہ ۱۰۸)

والسلام

محمد اقبال

بہر حال یہ کتاب اقبال و شبلی کے شیدائیوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ جزائے خیر دے ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کو کہ انھوں نے اتنی اہم معلومات جمع کر دیں۔ کتاب ۲۰۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ۲۰۰ر روپیے ہیں اور اشاعت اگست ۲۰۱۵ء کی ہے۔

انور سلیم۔ دبئی

نیک سیرت پاک طینت آپ تھے یوسف روشؔ
پر خلوص و پیکر الفت، نہ رنجش، نہ خلش

حق تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپالے آپ کو
شخصیت پیاری بھی تھی، سادا بھی اور پرکشش

یہ حضرت یوسف روش صاحب مرحوم کا آخری قطعہ ہے:

ٹھہرو کچھ دیر، لحد میں نہ اُتارو مجھ کو ☆ دید کرنا ہے کرو اب نہ پکارو مجھ کو
کرنا ہے ایصال ثواب آپ، جو یاد آؤں اگر ☆ بھول جانا نہیں ہرگز کبھی یارو مجھ کو

یوسف روشؔ

یوم آزادی کے مبارک موقع پر مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم شاہین نگر حیدرآباد زیر انتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ میں ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد کے تازہ شمارہ کی رونمائی کرتے ہوئے۔ تصویر میں حافظ شمس تبریز، غوث پٹیل، حافظ وقاری مولوی وقار حسامی، مولانا مساعد ہلال احیائی، ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، حافظ عبدالحنان، حافظ محمد شاکر قاسمی، حافظ وقاری عبید الرحمٰن، مولانا اشرف علی اشاعتی اور مولانا محمد بُشَیر معروفی قاسمی وغیرہ۔

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

UNANI CENTER FOR CARDIAC

Consultation Time
Morning: 9:00 am to 2:00 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony
Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، حیدرآباد

SHIBLI INTERNATIONAL
EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST

SIECT

Regd. No.
180/2016

مسجدِ الٰہی کی تعمیر کے لئے تعاون کی اپیل

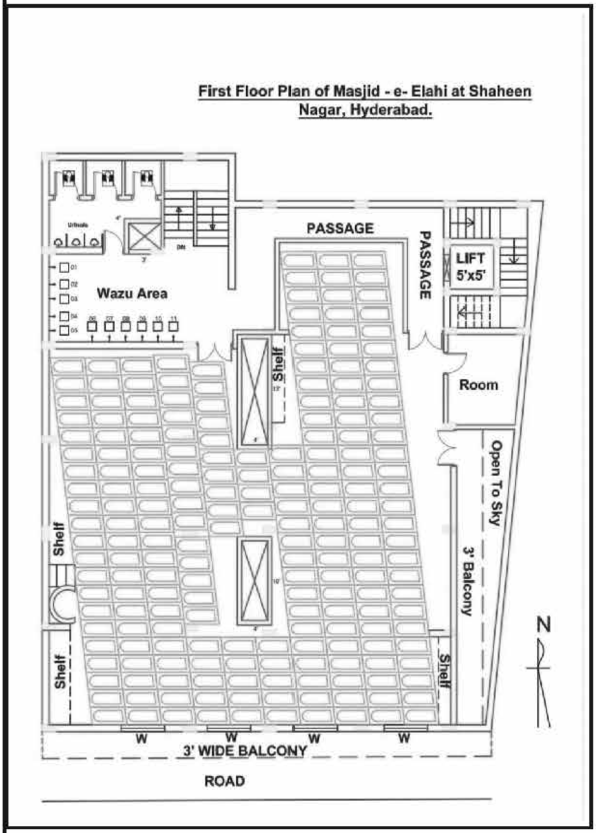

مسجدِ الٰہی زیرِ انتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام شروع ہو رہا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مخیّرہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہذا کو مسجد کے لئے وقف کردی ہے، اللہ تعالیٰ مخیّرہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔ مسجدِ الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادیٔ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی وغیر اقامتی) ادارہ ہے، جو شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیرِ انتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔ مدرسہ ہذا اور بستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہذا کی تعمیری کام میں ایک مصلّیٰ=/13000 روپئے، ایک اسکوائر فٹ=/830 روپئے نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کرکے حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ جزاک اللہ أحسن الجزاء.

Bank Name : IDBI **A/c Number :** 1327104000065876
A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST
IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar
G Pay & Phone Pay : 8317692718, WhatsApp: 9392533661

العارض: حافظ وقاری مفتی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی وناظم مدرسہ ہذا چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

Aug. 2023 اگست

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216

Rs. 20/-

مجتبیٰ ٹکسٹائلس

MUJTABA TEXTILES

#20-4-20/6/1, 20-4-20/7/5 & 7/6, Punch Mohalla, New Laad Bazar, Khilwath, Hyderabad. T.S. India

Ph: +91 6281040896 - Email: mujtabatextiles18@gmail.com - Web: www.mujtabatextiles.com

Follow us on facebook: https://www.facebook.com/mujtaba.textiles.1

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com